باسمہ تعالیٰ

عورت اور اسلام

ایک علمی اور اپنے موضوع پر منفرد کتاب

ہر گھر میں رکھے جانے کے لائق

تالیف

مولانا جلال الدین قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عورت اور اسلام
مولف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولانا جلال الدین قاسمی
کاتب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ندیم انور خان ریاضی
صفحات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۶
اشاعت بار اول ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک ہزار
قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۰ روپیے
طباعت: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ماسٹر آفسیٹ پریس مالیگاؤں

محتویات کتاب

محتویات کتاب

کائنات انسانی کی بقا کیلئے اللہ نے توالد و تناسل
کا جو سلسلہ جاری کیا مرد اور عورت کے نام سے دو جنس
پیدا کیں باہم دونوں میں جذب و کشش کے فطری جذبات
ودیعت کئے گئے ہر صنف میں دوسری صنف کا تقاضہ محفوظ کیا
گیا اسی کا نتیجہ ہے کہ ان میں ہر ایک دوسرے کو اپنی تسکین
کا ذریعہ سمجھنے پر مجبور ہے اور یہ ایک واقعہ ہے کہ ہر ایک کی
زندگی دوسری کے بغیر نامکمل اور ادھوری بن کر رہ جاتی ہے
یہی وجہ ہے کہ مرد کامل مرد رہتے ہوئے عورت سے بے نیاز
نہیں ہو سکتا اسی طرح عورت، عورت کے لباس میں رہتے
ہوئے مرد کے بغیر مطمئن زندگی نہیں گذار سکتی مگر انسان
جلد باز اور عجلت پسند واقع ہوا ہے اس نے زندگی کے اس
اجتماعی شعبے میں بھی افراط و تفریط پیدا کی اور جنسی خواہشوں کی
راہوں میں بھی ان قدرتی نشان زدہ حدود سے ہٹتا رہا جن
سے تجاوز میں خود انسانیت اور انسانی نسلوں کی بربادی تھی
پس اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے
شعبوں میں فطرت کے حدود پر انسانیت کو پہنچایا وہیں

جنسی میلان کی راہوں میں بھی اعتدال کا جو فطری و طبعی
نقطہ ہو سکتا تھا اس پر جا پایا کہ حدود سے ہٹنے والوں کو واپس
کیا جاتے آئین و قوانین کا ایک مستقل ضابطہ ہی اس سلسلے
میں عطا کیا گیا، اس مختصر سی کتاب میں ہم ایک خاص رنگ
میں اسی ضابطہ حیات کے کچھ گوشوں اور ان کی حکمتوں
کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور دعا
کرتے ہیں کہ رب العزت اس کتاب کو عوام و خواص
سب کے لئے نافع بنائے۔

(آمین)

جلال الدین القاسمی

عورت کی پیدائش

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ (سورۃ النساء)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اسکا جوڑا بھی پیدا کر دیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے (حقوق) طلب کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو یقین جانو اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

آیت کریمہ سے اتنا معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت حواؑ آدمؑ سے پیدا ہوئیں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ایک روایت پیش نظر رکھی جاتے تو بات کچھ اور واضح ہو جاتی ہے۔

وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ان المرأة خلقت من ضلع لن تستقيم لك على طريقة فان استمتعت

بها وبها عوج وان ذهبت تقيمها كسرتها وكسرها طلاقها

(مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے ہمیشہ تیرے موافق نہیں رہ سکتی اگر تو اس سے فائدہ اٹھائے گا تو کجی کی حالت میں فائدہ اٹھائے گا اگر سیدھی کرنے جائیگا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔

تفسیر خازن میں ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا خَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلْقَى عَلَيْهِ النَّوْمَ ثُمَّ خَلَقَ حَوَّاءَ مِنْ ضِلَعٍ مِّنْ أَضْلَاعِهِ الْيُسْرَى وَهُوَ قُصَيْرَى فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَآهَا جَالِسَةً عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهَا مَنْ أَنْتِ قَالَتْ امْرَأَةٌ قَالَ لِمَاذَا خُلِقْتِ؟ قَالَتْ خُلِقْتُ لِتَسْكُنَ إِلَيَّ فَمَالَ إِلَيْهَا وَأَلِفَهَا لِأَنَّهَا خُلِقَتْ مِنْهُ۔ (خازن جلد اول صفحہ ۳۲)

جب اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ان پر نیند ڈال دی پھر حوا کو بائیں پسلی سے پیدا کیا جو چھوٹی ہے جب آدم بیدار ہوتے تو حوا کو اپنے سرہانے بیٹھے ہوئے دیکھا پوچھا تو کون ہے؟ کہا میں عورت ہوں کہا کس لئے تو پیدا کی گئی؟ کہا تاکہ تو مجھ سے سکون حاصل کرے پس آدم کو حوا

کی طرف میلان پیدا ہوگیا اور حوّا سے الفت پکڑی کیونکہ وہ انہیں سے پیدا ہوئیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَهِيَ حَوَّاءُ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعِهِ الْأَيْسَرِ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظَ فَرَآهَا فَأَعْجَبَتْهُ فَأَنِسَ إِلَيْهَا وَأَنِسَتْ إِلَيْهِ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳)

آدمؑ سوتے ہوتے تھے ان کی بائیں پسلی کی پچھلی جانب سے حوّا کو پیدا کیا جب آدم بیدار ہوتے تو حوّا کو دیکھ کر خوش ہوتے پس دونوں کو ایک دوسرے سے انسیت ہوگئی۔

معتزلہ کا مذہب

اسلام میں ایک گمراہ فرقہ معتزلہ گذرا ہے وہ حوّا کا آدم کی پسلی سے پیدا ہونا نہیں مانتے چنانچہ ابو مسلم اصفہانی معتزلہ کے امام نے وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے یہ معنیٰ کرتے ہیں وَخَلَقَ مِنْ جِنْسِهَا زَوْجَهَا یعنی آدم کی بیوی کو آدم کی جنس سے پیدا کی یعنی جیسے آدم انسان تھے حوّا بھی انسان تھیں حالانکہ یہ معنیٰ ظاہر آیت کے خلاف ہے، اس طرح تو کہنے

والا کہہ سکتا ہے وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔ یعنی دنیا آدم و حوّا کے جنس سے بہت مرد و عورت پھیلاتے پس آریوں کا مذہب ثابت ہو جاتے گا کہ ابتداء دنیا میں بہت سے بڑے بڑے انسان پیدا ہوتے اور ان سے دنیا بڑھی، حالانکہ آریوں کا مذہب باطل ہے پھر اس آیت خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (تمہیں ایک جان سے پیدا کیا) کا ظاہر بھی اسی مفہوم کو چاہتا ہے کہ حوّا کی پیدائش آدم سے ہو اور حدیث نے اس بات کو اور واضح کر دیا کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی تو پھر بلا وجہ آیت کا معنیٰ الٹ پلٹ کرنا تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔

استطرادی فائدہ

عورت کا پسلی سے پیدا ہونا یہ عورت کی خَلق کے کجی کا باعث ہے خاص کر پسلی کی اس جگہ سے پیدا ہونا جس میں زیادہ کجی ہے چنانچہ اوپر کی روایت میں مذکور ہے اور نیند کی حالت میں پیدا ہونا یہ عورت کی غفلت پر دلالت کرتا ہے اسی غفلت اور کجی کی وجہ سے عموماً وہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے۔

نبی پاک نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم دیکھا اس سے بڑھ کر میں نے کوئی بری جگہ نہیں دیکھی اور اکثر میں نے اس میں عورتیں دیکھیں صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا بکفر، پوچھا گیا کیا خدا کے ساتھ کفر، فرمایا خاوندوں کے ساتھ کفر کرتی ہیں یعنی ان کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان کی بے قدری کرتی ہیں اگر تو ساری عمر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتا رہے پھر تجھ سے کچھ دیکھ لے تو کہتی ہے میں نے کبھی خیر نہیں دیکھی۔

(مشکوٰۃ باب صلاۃ الخسوف)

جب عورتوں کی طبیعت میں یہ بات داخل ہے تو مردوں کو خصوصیت کے ساتھ اس کا خیال رکھنا چاہئے اور یہ بات دل سے نکال دینی چاہئے کہ عورت بد خلقی سے کبھی پیش نہ آئے ہمیشہ ایک حالت پر رہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق اکثر تحمل بردباری عفو و درگذر سے کام لینا چاہئے کیونکہ پسلی کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی آخر ٹوٹ جائے گی پس مجبوراً کجی کی حالت میں ہی فائدہ اٹھانا چاہئے۔

عورتوں کی طبعی کمی کا تدارک

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَتَذَاکَرُ مَا یَکُوْنُ اِذْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَکَانِہٖ فَصَدِّقُوْہُ وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَیَّرَ عَنْ خُلُقِہٖ فَلَا تُصَدِّقُوْہُ فَاِنَّہٗ یَصِیْرُ اِلٰی مَا جُبِلَ عَلَیْہِ۔ (احمد)

(مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر فصل ۳ صفحہ ۱۶)

ابو درداء کہتے ہیں کہ ہم آئندہ باتوں کے متعلق آپس میں کچھ تذکرہ کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سن کر) فرمایا کہ جب تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اس کی تصدیق کر دینا (کیونکہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے) اور جب یہ سنو کہ فلاں آدمی کی خلقت (طبیعت جبلت) بدل گئی تو اس کی کبھی تصدیق نہ کرنا کیونکہ وہ آخر اسی طرف لوٹے گا جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔

ایک بادشاہ اور وزیر کی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو بادشاہ نے کہا کہ طبیعت بدل سکتی ہے تو وزیر نے کہا یہ محال ہے بادشاہ نے چند بلیاں منگا کر ان کو تعلیم دلائی موم بتی روشن کر کے بلیوں کے پنجے میں دیدیا جاتا تو وہ تھامے رہتیں اور دربار میں روشنی کرتیں ایک دن بادشاہ نے کہا دیکھو میرا کہنا درست ہوا تعلیم سے بلیوں کی طبیعت بدل گئی ایک دن

وزیر نے ایک چوہا منگایا اس کو ان کے درمیان چھوڑ دیا
سب بلیاں بتیاں پھینک کر چوہے کی طرف دوڑ پڑیں،
قریب تھا کہ فرش وغیرہ کو آگ لگ جاتی وزیر نے کہا
کہ میں نے کہا تھا کہ طبیعت وجبلت کا بدلنا محال ہے،

اس کی مثال ایسی ہے جیسے پانی کے نیچے آگ جلائیں
یا اسے دھوپ میں رکھ دیں تو بظاہر وہ گرم ہو جاتا ہے لیکن
جب یہ عارضہ ختم ہو جاتے تو اپنی اصلی حالت کی طرف
لوٹ آتا ہے اور اسی سے یہ قول مشہور ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ
إِلَىٰ أَصْلِهٖ یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب طبیعت کا بدلنا مشکل
ہے تو اب اس کا تدارک کس طرح ہو اور کیا صورت اختیار
کی جائے کہ یہ کمی پوری ہو جائے۔

اس کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ نفس پر بوجھ،

۲۔ اس کے بالمقابل عمل،

اب ہم ہر ایک کی الگ الگ تفصیل کرتے ہیں تاکہ سمجھنے
میں آسانی ہو ذکر اگرچہ عورتوں کا ہو رہا ہے مگر یہ دو
طریق مردوں کے لئے بھی کارآمد ہیں مثلاً ایک شخص

کی طبیعت میں بخل (کنجوسی) ہے یا بزدلی ہے یا مزاج
میں تیزی ہے، یا جمود ہے، یا اس قسم کی کوئی اور خرابی
ہے تو انہیں دو طریقوں سے وہ کامیاب ہو سکتا ہے اور
اس مسئلہ کی شاخیں بہت ہیں جو بہت زیادہ تفصیل
کی مقتضی ہیں لیکن چونکہ یہاں اس کا ذکر بالتبع (بالواسطہ)
اس لئے بقدر ضرورت تفصیل پر اکتفا کرتے ہیں۔

نفس پر بوجھ کی تفصیل

جب انسان ایک پتھر لیکر اوپر کی طرف پھینکے تو اس
وقت اس کے اندر دو طاقتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

۱۔ طبعی، ۲۔ قسری،
(انسان کے ہاتھ کی وہ قوت جو پتھر میں منتقل ہو گئی ہے)

طبعی طاقت پتھر کو نیچے لانا چاہتی ہے اور قسری طاقت اسے
اوپر لیجانا چاہتی ہے، قسری طاقت چونکہ عارضی ہے اسکے
ختم ہونے کے بعد طبعی طاقت کا فعل شروع ہو جاتا ہے
یعنی پتھر نیچے آنے لگتا ہے، یا یوں کہئے کہ قسری طاقت جب
تک طبعی طاقت پر غالب رہتی ہے طبعی طاقت کا فعل
بند رہتا ہے جب قسری طاقت مغلوب ہو جاتی ہے تو طبعی

کا فعل شروع ہو جاتا ہے۔

اگر دونوں طاقتیں برابر ہوں تو وہ پتھر ہوا میں معلق رہے گا مثلاً مقناطیس سوئی کے اوپر رکھ دیں تو سوئی اڑ کر اس کے ساتھ آ لگتی ہے اگر مقناطیس اتنی طاقت کا لیں جتنی سوئی کی طبعی طاقت ہے تو سوئی کو جہاں ٹھہرایا جائے ٹھہری رہے گی۔

علاقہ گجرات میں سومنات کا مندر جسے محمود غزنوی نے فتح کیا تھا اس کا بت اسی طرح مقناطیسی طاقت سے ہوا میں قائم کیا ہوا تھا جس کو ناواقف لوگ اس کا کرشمہ سمجھ کر پوجتے باطل والے عموماً اسی طرح دھوکہ دیتے ہیں۔

اب دیکھئے جیسے اس پتھر میں دو طاقتیں جمع ہو جاتی ہیں، طبعی اور قسری اسی طرح انسان کے وجود میں طبعی طاقتوں کے مقابلے میں ارادی طاقتیں اور قوئ عقلیہ (عقلی طاقتیں) صف آرا ہو جائیں اور آپس میں لڑتی رہیں، تو انسان طبعی طاقتوں کے برے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔

نواب صاحب قیافۃ الانسان ص۲ میں لکھتے ہیں کہ ایک حکیم نے برے لوگوں کی صحبت سے متنفر ہو کر تنہائی

اختیار کر لی اور دروازے پر ایک تصویر کھینچنے والے کو مقرر کر دیا جب کوئی شخص اس حکیم سے ملنے آتا تو مصور اس کی تصویر کھینچ کر حکیم کے پاس پہونچا دیتا حکیم اپنے علم القیافہ کے مطابق اس تصویر میں غور کرتا اگر اس کے اخلاق و عادات برے معلوم ہوتے تو ملاقات کی اجازت نہ دیتا ایک دفعہ ایک شخص آیا اس کی تصویر اندر بھیجی گئی حکیم نے اسکو بداخلاق سمجھ کر ملنے کی اجازت نہ دی اس شخص نے کہلا بھیجا کہ جو بداخلاقی آپ نے مجھ میں معلوم کی وہ ٹھیک ہے لیکن مجاہدہ اور ریاضت سے ہم نے اپنے نفس پر قابو پا لیا ہے، حکیم نے یہ سن کر ملاقات کی اجازت دیدی۔

قیافۃ الانسان میں جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے۔

صحیحین کی ایک حدیث ہے، مَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ،

یعنی جو شخص تکلیف پر صبر کرے یعنی اپنے نفس پر بوجھ پالے تو اللہ اس کو صبر دیدیتا ہے اور صبر سے بہترین عطیہ کبھی کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

ایک اور حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمل

اور صدقہ کرنے والے کی مثال بیان کرتے ہیں کہ دونوں پر
تنگ زرہ ہے تنگی کی وجہ سے ان کے ہاتھ گلے اور چھاتی سے
لگے ہوئے ہیں صدقہ کرنے والا جوں جوں صدقہ کرتا ہے
زرہ کے حلقے کھلتے جاتے ہیں یعنی اس کی طبیعت سے تنگی
اور بخل دور ہو کر صدقہ خیرات اس کے لئے آسان ہوتا
جاتا ہے اور بخیل جب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی
زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ مضبوط ہو جاتا
ہے یعنی بخیل صدقے کا ارادہ نفس پر بوجھ ڈال کر نہیں
کرتا! بلکہ صرف صدقہ کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے
جس میں طبیعت سے متاثر ہو کر وہیں رہ جاتا ہے آگے قدم
بڑھانے کی جرأت نہیں کرتا (مشکوٰۃ باب الانفاق ص۱۵۶)
غرض طبیعت پر بوجھ ڈال کر نفس کا مقابلہ کیا جائے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یتصبر یصبرہ
اللہ کے موافق آخر میں آسانی ہو جاتی ہے نفس کا مقابلہ
کرنے کے لئے طبیعت پر اس طرح بوجھ ڈالنا صحیح نہیں
جس طرح غیر مذاہب میں صوفیوں اور جوگیوں اور فقیروں
نے نئے نئے طریقے ایجاد کر رکھے ہیں، بلکہ قواعد شرعیہ
کے مطابق بوجھ ڈالا جائے، پھر یہیں یہ بات بھی ذہن نشین

کر لینی چاہئے کہ نیک لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔
ایک وہ ہیں جن کی ارادی طاقتیں اور قوئ عقلیہ طبعی
طاقتوں پر غالب رہتی ہیں یعنی نیکیاں زیادہ ہیں گناہ شاذ
و نادر ہیں۔
دوسرے وہ ہیں جن کی دونوں طاقتیں برابر ہیں
یعنی گناہ اور نیکیاں قریب قریب ہیں۔
تیسرے وہ ہیں جن کے گناہ زیادہ ہیں نیکیاں بہت
کم۔ یہ تینوں درجہ بدرجہ نجات پائیں گے خواہ شروع میں
پائیں یا کچھ مدت دوزخ میں رہ کر پائیں
(سورۃ فاطر پارہ ۲۲ رکوع ۱۶ آیت ۳۲)
میں انہیں تین گروہوں کا تذکرہ ہے۔

بالمقابل عمل کی تفصیل

یہ صورت پہلی سے زیادہ تفصیل طلب ہے اس
کا اندازہ سوا شرع کے قیاس و اجتہاد سے نہیں ہو سکتا،
مثلاً گیہوں تین روپے من ہے یا گھی روپئے سیر ہے تو یہ
اندازہ بازاری نرخ کے حساب سے ہوگا کیونکہ یہ دونوں الگ
الگ جنسیں ہیں سیر بھر گھی کو ایک روپیہ کے برابر کہنا

یا ایک من گیہوں کو تین روپے کے برابر کہنا اس میں عقل و قیاس کا کوئی دخل نہیں بلکہ محض بازاری دستور اور وقت کے رسم و رواج کو دخل ہے۔

ہاں اگر جنس ایک ہو تو عقل حکم کر سکتی ہے مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں سیر بھر گیہوں سیر بھر گیہوں کے برابر ہے یا ایک سیر گھی ایک سیر گھی کے برابر ہے غیر جنس میں عقل کو کوئی دخل نہیں جب دنیا کی اشیاء کا یہ حال ہے تو احکام شرعیہ میں عقل کیا کر سکتی ہے مثلاً قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ کوئی شخص قسم توڑ دے تو غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا یا کپڑا دے اگر طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے اسی طرح کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دے تو ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاتے یا تین مہینے کے پے در پے روزے رکھے۔

اسی طرح کسی مومن کو قتل خطا کر دیا تو کفارہ ایک غلام آزاد کرے اور سو اونٹ دیت دے، اسی طرح ایک آنکھ پھوڑنے یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کاٹنے کی دیت پچاس اونٹ ہے ایک انگلی کی دس اونٹ ہے اسی طرح دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے اسی طرح کوئی ماہ رمضان

میں دن میں بیوی سے جماع کرے تو کفارۂ ظہار دینا پڑے گا اسی طرح جو شخص کسی کی غیبت کرے اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے دعاء مغفرت کرے۔

اس قسم کی سیکڑوں باتیں ہیں جن کا شمار مشکل ہے اس قسم کی باتوں کا شریعت سے پتہ چل سکتا ہے عقل و قیاس کو اس میں کوئی دخل نہیں عورتوں سے خاوند کے حق میں جو کچھ کوتاہی ہوتی ہے اس کی بابت ایک علاج تو اوپر (نفس پر بوجھ ڈالنے کا) بتلایا گیا ہے۔

دوسرا مندرجہ ذیل ہے رسول ﷺ نے فرمایا،

یا معشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اهل النار فقلن وبم یا رسول اللّٰہ قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر۔ (مشکوٰۃ ص۲ کتاب الایمان)

اے عورتوں کے گروہ صدقہ کرو کیونکہ میں نے تمہیں جہنم میں کثرت سے دیکھا ہے (یعنی جہنم میں تم سب سے زیادہ تھیں) عورتوں نے کہا یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔

اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ صدقہ کرنا چاہئے تاکہ خاوندوں کے حق میں جو کوتاہی ہوتی ہے اس کا معاوضہ ہو کر نجات کی صورت پیدا ہو جائے۔

عورت کو مرد سے پیدا کرنے کی حکمت

الیواقیت والجواہر میں امام شعرانی لکھتے ہیں کہ عورت کو مرد کی طرف میلان اس لئے ہے کہ عورت مرد کا جزو ہے اور مرد کا میلان عورت کے لئے اس لئے ہے کیونکہ عورت مرد کی شاخ ہے اس تعلق کی وجہ سے ایک دوسرے کی طرف ان کا میلان ہے جیسے انسان اپنے ہاتھ پاؤں کو چاہتا ہے اسی طرح مرد عورت کو چاہتا ہے اسی طرح عورت مرد کو چاہتی ہے اگر یہ کل وجزو کا تعلق نہ ہوتا تو یہ انسیت نہ ہوتی اور عورت کی پیدائش میں کجی اور ٹیڑھا پن اور مرد کے بائیں طرف ایک پسلی کا کم ہونا یہ بھی اس کی تائید کرتا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے بڑھئی کا لکڑی سے کسی شئی کو تیار کرنا یعنی کمہار برتن بناتا ہے وہ پک کر دوسری شئی ہو جاتا ہے اور بڑھئی لکڑی سے کوئی شئی تیار کرتا ہے وہ لکڑی ہی رہتی ہے۔

رہی یہ بات کہ عورت کو مرد سے کیوں پیدا کیا؟ مرد کو عورت سے پیدا نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مرد کو عورت سے پیدا کیا جاتا تو عورت مرد پر حاکم ہوتی کیونکہ کل جزو پر حاوی ہوتا ہے اس لئے عورت مرد کی نسبت کمزور جنس ہے عقل میں بھی مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور حوصلہ وہمت واستقلال میں بھی کم ہے اور بدنی طاقت میں بھی ناقص ہے اور یہ نظام کی بہتر صورت ہے کہ ایک حاکم ہو دوسرا اس کے ماتحت اگر دونوں برابر ہوں تو ان پر تیسرا حاکم ہونا چاہئے جیسے انسان کئی عناصر سے مل کر بنا ہے اور نفس ناطقہ سب پر حاکم ہے، برابر ہونے کی صورت میں قیام نظام ہمیشہ خطرے میں رہتا ہے۔ اور فوج کیلئے جب تک جرنیل نہ ہو لڑائی نہیں لڑی جا سکتی اسی طرح ہر نظام کو سمجھ لینا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ مذہب اسلام نے جس طرز پر دنیا کی ابتداء مانی ہے وہ بالکل عقل وفطرت کے مطابق ہے۔

عورت کا لغوی معنیٰ

عورۃ کے لغوی معنیٰ ستر (شرمگاہ) اور غیر محفوظ کے ہیں۔

قرآن شریف میں ہے اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ منافقین نے کہا ہمارے گھر عورت ہیں (یعنی غیر محفوظ ہیں)

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور نے ایک شخص جرہد کو مسجد میں دیکھا کہ ان کی ران ننگی تھی تو آپ نے فرمایا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ تجھے معلوم نہیں کہ ران ستر ہے (اسے ڈھانپنا ضروری ہے)

اب عورت کو سوچنا چاہئے کہ جب عورت کے معنیٰ ہی شرمگاہ کے ہیں، ننگی کے ہیں تو انہیں ضرور مستورہ یعنی پردے میں رہنا چاہئے۔

کیونکہ عورت کی عزت آبرو پردے ہی میں محفوظ رہ سکتی ہے۔

اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت

آفتاب اسلام کی ضیا باری سے پہلے دنیا کے ظلمت کدے میں ہر جگہ عورتیں مردوں کے ظلم و جور کا نشانہ

بنی ہوئی تھیں اس سلسلے میں شائستہ اور ناشائستہ متمدن اور غیر متمدن اقوام و افراد میں سچ پوچھیے تو چنداں فرق نہ تھا۔

جاہل عربوں کے یہاں لڑکیوں کی پیدائش باعث ننگ و عار تھی پیدا ہوتے ہی انہیں زندہ درگور کر دینا بعضوں نے اپنی شرافت و افتخار کا اقتضا قرار دے رکھا تھا۔ جاہلیت کی تاریخ کے اس خاص حصے کے متعلق جو معلومات قرآن سے حاصل ہوتی ہیں عبرت کیلئے وہی کافی ہیں۔

رہا دیگر اقوام میں نسوانی ناموس کا حشر، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقوال و احوال سے لگایا جا سکتا ہے۔

- عہد قدیم کے باب واعظ میں لکھا ہے جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے کو عورت سے بچائے گا ہزار آدمیوں میں سے میں نے ایک خدا کا پیارا پایا ہے لیکن تمام عالم کی عورتوں میں ایک بھی ایسی نہیں پائی جو خدا کی پیاری ہوتی۔
- کتاب مقدس میں لکھا ہے، عورت موت سے زیادہ تلخ ہے۔

منوجی کا قانون کہتا ہے عورت صغر سنی میں باپ کی مطیع ہے جوانی میں شوہر کی، شوہر کے بعد بیٹوں کی، اور اگر بیٹے نہ ہوں تو اپنے اقربا کی، کیونکہ کوئی عورت اس لائق ہرگز نہیں کہ خود مختارانہ زندگی بسر کر سکے۔

• ہندؤں کا قانون کہتا ہے "تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں جتنی کہ عورت"۔

• یہودی قانون کہتا ہے کہ اگر دو بھائی یکجا رہتے ہوں اور ان میں سے ایک بے اولاد مر جائے تو اس متوفی کی بیوی کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جائے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی (دیور) اس سے خلوت کرے اور اسے اپنی بیوی بنائے اور بھاوج کا حق اسے ادا کرے اور یوں ہوگا کہ پہلوٹھا جو اس سے پیدا ہو گا وہ اسی کے متوفی بھائی کے نام شمار ہوگا تاکہ اس کا نام اسرائیل سے نہ مٹ جائے اگر یہ شوہر بننے سے انکار کرے تو اسکے بھائی کی بیوی بچوں کے سامنے اس کے نزدیک اپنے پاؤں کی جوتی نکالے اور اس کے منہ پر تھوک دے اور جواب دے اور کہے کہ اس شخص کے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ بنائے یہی کیا جائیگا اور اسرائیل میں اسکا نام یہ رکھا جائے کہ یہ اس کا گھر ہے جس کا جوتا نکالا گیا۔ (توریت استثنا باب ۲۵ نمبر ۵ تا ۱۰)

• مسیحی قانون ملاحظہ ہو، ترتولیان مسیحیت کے ابتدائی دور کا امام ہے وہ مسیحی تصور کی ترجمانی ان لفظوں میں کرتا ہے۔

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوعہ کیطرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی، اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے"۔

• کرائی سوسٹم جو ایک بڑا مسیحی امام گذرا ہے عورت کے حق میں کہتا ہے۔ ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، اور ایک آراستہ مصیبت ہے۔

• نپولین کی رائے یہ تھی کہ عورت فطرت کی طرف سے مرد کیلئے ایک عطیہ ہے تاکہ بچے پیدا کرے، عورت ہماری ملک ہے ہم عورت کی ملک نہیں۔

• فرانس کا ایک مشہور شاعر کہتا ہے کہ میں فطرت سے اس لئے ناراض ہوں کہ اس نے ایک کمینہ جانور (عورت) کو محاسن محو کرنے کے لئے کیوں پیدا کیا۔

• سقراط کہتا ہے کہ عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی چیز اور کوئی چیز نہیں ہے وہ ایک زہریلا درخت ہے جو بظاہر بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس کو چڑیا کھا لیتی ہے تو مر جاتی ہے۔

یوحنا دمشقی کا قول ہے کہ عورت کرکی کی بیٹی ہے اور امن وسلامتی کی دشمن ہے۔

• جرمن فلاسفر نیٹشے نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ عورت کے دل سے مرد کا خوف کم ہو جاتا ہے حالانکہ عورت کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ مرد کی قید میں رہے اور اس کی خدمت کرتی رہے۔

• ڈاکٹر اسپرنگ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ۱۵۰۰ء میں عورتوں کو سزا دینے کے لئے انگلستان میں ایک خاص مجلس وضع کی گئی جس میں عورتوں پر ظلم کرنے کیلئے جدید قانون وضع کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے نو لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا۔

• یونانیوں کا خیال عورتوں کے متعلق یہ ہے کہ آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورتوں کے شر کا مداوا محال ہے۔

• ایرانیوں کے نزدیک بیوی اور بہن کے درمیان کوئی فرق نہیں رہا تھا اور مشرق کے نصاریٰ بھی نہ ماں کو ماں سمجھتے تھے اور نہ بہن کو بہن۔

• اسپارٹا میں اس بدنصیب عورت کو جس سے کسی قومی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہ ہوتی تو اسے مار ڈالتے تھے جس وقت کسی عورت کے بچہ ہو چکتا تھا

تو فوائد ملکی کی غرض سے عورت کو دوسرے شخص کی نسل لینے کیلئے اس کے خاوند سے عاریۃً لے لیتے تھے۔

• رومۃ الکبریٰ میں بھی عورت سے بڑھ کر کسی چیز کو ذلیل نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ اس پر حیوانوں کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور ہر شخص سمجھتا تھا کہ طبقہ نسواں کو آرام و آرائش کی کوئی ضرورت نہیں اور عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے مربی اور سرپرست کی خدمت کرتی رہے۔

• مختلف ملکوں میں عورت کے متعلق جو مروجہ مثالی فقرے ہیں ان سے بھی عورتوں کی قدر و منزلت پر روشنی پڑتی ہے۔

• روسی مثل ہے "دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے۔"

• اطالیوں کا قول ہے "گھوڑا اچھا یا برا ہو اسے مہمیز کی ضرورت ہے۔ عورت اچھی ہو یا بری اسے مار کی ضرورت ہے۔"

• اسپینی زبان میں مثل ہے "بری عورت سے بچنا چاہیے مگر اچھی عورت پر کبھی بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔"

اسلام میں عورت کا مقام

زمانۂ قدیم میں عورت کے واسطے انصاف کا دروازہ بند ہو چکا تھا دنیا کا ہر مذہب اسے دھتکار چکا تھا اس کی پیدائش باعث ذلت و عار تھی مشرق سے لیکر مغرب تک اور شمال سے لیکر جنوب تک دنیا کے ہر ہر ملک میں عورت بے بسی بے کسی، کسمپرسی، درماندگی کی حالت میں زندگی بسر کر رہی تھی۔

اللہ نے اسلام کے ذریعے عورت کو ہر قسم کے ظلم و جور سے نجات دلائی نبی پاکؐ نے دختر کشی کے خلاف عملی جہاد فرمایا یہاں تک کہ اس منحوس رسم کا قلع قمع کر دیا، اللہ نے اپنی کتاب قران میں نہایت واضح الفاظ میں اعلان فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ کہ ان عورتوں کے حقوق شوہروں کے اوپر بمثل ان حقوق کے ہیں جو مردوں کے عورتوں پر ہیں۔

نبی پاکؐ نے اعلان فرمایا الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحہ (مشکوٰۃ کتاب النکاح) دنیا پوری کی پوری سامان زندگی ہے مگر دنیا کا سب سے بہتر

سامان نیک عورت ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا۔ من اراد ان یلقی اللہ طاہراً ومطہراً فلیتزوج الحرائر۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

جو شخص چاہے کہ وہ اللہ سے پاک صاف ہو کر ملاقات کرے اسے شریف عورتوں سے شادی کر لینا چاہئے۔

اسلام ہی وہ منفرد مذہب ہے جس نے عورتوں کو ان کے والدین اور قریبی رشتہ کی جائداد میں اس طرح وارث قرار دیا جس طرح ایک مرد کو، سورۃ نسآ کی آیت ۱۱، ۱۲ میں ان کے حقوق کی تفصیل بتائی گئی ہے اور پھر آیت ۱۳، ۱۴ میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ سب اللہ کی حدود ہیں جو ان حدود سے تجاوز کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

کاش وہ لوگ جو اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے اس کی جگہ ایک بیہودہ رسم جہیز کو رکھ دیا ہے سوچیں کہ اللہ کے بیان کردہ حدود کو بدلنا یا ان سے تجاوز کرنا کتنا خطرناک ہے۔

محمدؐ کیلئے چار سے زائد شادیوں کی اجازت کیوں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سے زائد شادیاں
کیوں کیں۔ بعض صحابہ وتابعین کی رائے یہ ہے کہ آنحضرت
کے لئے عورتوں کی تحدید نہیں تھی مگر بعض صحابہ وتابعین
اس رائے کے مخالف ہیں، ان کی رائے یہ ہے کہ آنحضرت
کو بھی ان نو ازواج کے بعد دوسری عورتوں سے نکاح
کرنے یا ان نو میں سے کسی کو طلاق دیکر اس کے بدلے
دوسری کسی عورت کو نکاح میں لانے کی اجازت نہ تھی
دلیل میں وہ اس آیت قرآنیہ سے استدلال کرتے ہیں۔

وَلَا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن ازواجا ولو اعجبک حسنھن

اے نبی تمہیں ان عورتوں کے سوا کوئی عورت نکاح میں لانا یا ان عورتوں کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اگرچہ ان کا حسن تجھے خوش لگے۔
غور سے دیکھا جائے تو اس رائے کے بموجب آپ کے

لئے اس تحدید میں ایسی ہی تشدید ہے جو امت کیلئے
چار کی تحدید میں ہے بلکہ آپؐ پر اس تحدید میں بڑھکر
تشدید پائی جاتی ہے۔ امت کو تو ہمیشہ اختیار ہے کہ
چار کی حد تک جتنی عورتوں کو چاہیں نکاح میں لائیں پہلی
بار بیکار ہوجائیں تو ان کی جگہ چار اور نکاح میں لائیں
علی ہذا القیاس بیسیوں عورتوں سے نفع اٹھائیں مگر
آنحضرت کے لئے یہ سخت تحدید ہوئی کہ بس ان
ہی نو عورتوں پر (جن میں اکثر بڑھیا اور بے اولاد تھیں)
صبر کریں ان میں سے خواہ اتنی بوڑھی ہوجاوے کہ موافق
مقصود نہ رہے یا کوئی انتقال کرجائے اسکی جگہ
دوسری کو نکاح میں لانے کی اجازت نہیں اگر یہ تسلیم
کرلیا کہ آپؐ کے لئے کوئی تحدید نہ تھی۔ تو جواب ہوگا
متعدد نکاحوں سے صرف یتیم پروری، دوست یا دشمن
نوازی منظور تھی لیکن اس پر یہ اعتراض ہوسکتا
ہے کہ اگر اتنا ہی مقصود تھا تو اس طرح کے لوگوں کی
تنخواہ مقرر کردی جاتی یا اور وظیفے سے احسان کرتے،
ان عورتوں سے نکاح کیوں کرلیا۔ گو یہ معترض یہ کہنا
چاہتا ہے کہ آپؐ کی متعدد شادیوں کا مقصد اپنے نفسانی

اغراض کی تسکین وتکمیل تھا، تو اب معترض سے ہمارا
سوال یہ ہے کہ اس تکثیر ازواج سے آنحضرت کا مقصد
اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل تھا، تو آپؐ نے نکاح
کرتے وقت کھانے پینے پہننے کے وہ سامان عیش مہیا
کیوں نہیں کئے جیسا کہ آپؐ کے ہمعصر عیاش سلاطین
مہیا کرتے تھے اور اس کے کیا معنیٰ ہیں کہ آپ طالب
تو نفسانی اغراض کے ہوں اور نکاح چالیس، پچاس
سال کی عورتوں سے کریں، پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں
رات کو گھر میں چراغ نہ جلائیں جس سے بیویوں کی شکل
دکھائی دے۔

اب اگر معترض سے ہمارے اس سوال کا جواب
نہ بن پڑے اور الٹا ہمیں سے سوال کر بیٹھے کہ چلئے آپ
ہی بتائیے کہ اگر متعدد نکاح سے نفسانی اغراض پیش
نظر نہ تھے تو اور کیا اغراض تھے اس کا جواب یہ ہے
کہ یہ متعدد نکاح آپؐ نے اسوجہ سے کئے تاکہ
بیواؤں کی نگہداشت، یتیم بچوں کی پرورش، بیکسوں
اور عاجزوں کی تربیت ہو، نیز جانثار دوستوں کے ساتھ
احسان اور مواسات ہو، اور دشمنوں سے تلطف و

مدارات ہو جس سے ان کے دلوں میں آپ کی اور اسلام
کی محبت پیدا ہو۔ یا کم از کم اسلام کے خلاف ان کا
بغض و عناد کم ہو، چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔
نیز بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جو حضرت انسؓ
سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ایک ہی ساعت
میں رات یا دن کے سبھی ازواج سے ہم بستر ہوئے
آپ کے صحابہ جو آپ کی عادت سے واقف تھے کہا
کرتے کہ آپؐ کو تیس مردوں کی طاقت، بعض کا خیال
تھا کہ چالیس مردوں کی قوت تھی۔ یہ کوئی تعجب کی
بات نہیں۔ حضرت سلیمان کی سات سو بیویاں تھیں
اور تین سو حرم (دیکھو اول سلاطین باب ۱۱ آیت ۳) اس
کا مطلب یہ ہے کہ حضرت میں اتنی قوت تھی اور انبیاء
میں یہ طاقت بطور خرق عادت پائی جائے تو محل تعجب
نہیں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم میں اسقدر قوت تھی تو عالم شباب سے لیکر
پچاس سال کی عمر تک یہ طاقت کیوں پوشیدہ
رہی، ظہور میں کیوں نہیں آئی۔ اس کا جواب یہ ہے
کہ اس وقت آپؐ نے قناعت فرمائی اور مسیح ع سے

(جو باوجود قوت مردانگی کے ہمیشہ مجرد ہی رہے) فی
الجملہ مشابہت پیدا کی اور اخیر عمر میں کثرت
ازواج سے سلیمان علیہ السلام سے فی الجملہ مشابہت
پیدا کی۔ اگر آپ بالکل مجرد رہتے تو آپؐ کے
دشمن اس کو نامردی پر محمول کرتے، صرف ایک
پر اکتفا کرتے تو کم طاقتی کا طعنہ دیتے شروع
شباب میں ہی متعدد نکاح کرتے، تو آپ کے
دشمن آپ پر نفس پروری کا الزام دھرتے، اللہ
نے آپؐ کو ان تمام الزامات سے بچالیا۔

تعدّد زوجات

عیسائی، ہندو، پارسی اسلام کے مسئلے تعدد زوجات
پر زبان کشائی کرتے ہیں۔ لیکن کوئی عیسائی یا پارسی
یا ہندو اپنی مذہبی کتاب سے تعدد زوجات کے
خلاف کوئی جز نکال کر بنا دے۔ یورپ میں ایک بیوی
رکھنے کا رواج سولہویں صدی کی ایجاد ہے مگر قرآن
میں ہے
وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً ؕ "کہ اگر تمہیں یہ خوف دامنگیر ہے کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو
ایک ہی پر اکتفا کرو"۔

اسلام کے قانون تعدد ازواج کا مسئلہ اس قدر
عیاں ہو چکا ہے کہ بحث و مباحثہ کی ضرورت باقی نہیں
رہتی۔ تعدد ازواج کے مخالفین کو بھی حالات کے
پیش نظر اس بات کو تسلیم کرنا ہی پڑا کہ اسلام کا قانون
تعدد ازواج درست ہے کسی بھی مذہب کا ماننے والا
بشرطیکہ اس کے پاس عقل و تجربہ ہو تعدد ازواج کے جواز

سے انکار نہیں کرسکتا خاص طور سے اسلام نے جن قیود
کے ساتھ تعدد ازدواج کی اجازت دی اس کی ضرورت
کا انکار تو ہو ہی نہیں سکتا۔

لندن اسکول کی ایک استانی مس اسمتھ نے اپنی
ایک کتاب میں لکھا ہے۔" چونکہ اس ملک (برطانیہ)
میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ
ہے اس لیئے ہر عورت شوہر کو پانے میں کامیاب
نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد مس اسمتھ نے کہا ہے
کہ ایک بیوی کا رواج ناکام ہوچکا ہے اور یہ رواج
کوئی سائینٹفک نہیں ہے۔

شوپنہار نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے لکھا تھا
" ایک بیوی پر اکتفا کرنے والے کہاں ہیں؟ میں
انہیں دیکھنا چاہتا ہوں ہم میں سے ہر شخص کثرت
ازدواج کا قائل ہے۔ چونکہ ہر آدمی کو متعدد عورتوں
کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے مرد پر کسی قسم کی تحدید
عائد نہ ہونی چاہیئے۔

علامہ عبدالعزیز شاویش مصری نے ایک واقعہ
لکھا ہے کہ لندن میں ایک ہسپانوی شخص سے ملنے کا

اتفاق ہوا ہم نے بہت سے اسلامی مسائل پر تبادلۂ
خیالات کیا اور جیسے ہی تعدد ازدواج پر بحث چھڑی
تو اس شخص نے کہا کاش میں مسلمان ہوتا تو ایک
اور بیوی کر لیتا، میں نے اس سے اسکی وجہ دریافت
کی تو اس نے کہا میری بیوی کو جنون ہوگیا ہے اور اس
پر کئی برس گذر چکے ہیں جس کی وجہ سے مجھے مجبوراً
آشنائیاں کرنی پڑتی ہیں کیونکہ میں دوسری بیوی نہیں
کرسکتا اگر میرے پاس دوسری جائز بیوی ہوتی تو اس
سے میری جائز اولاد ہوتی جو میری کثیر دولت کی وارث
بنتی، میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور بہتر رفیق ہوتی اور
مجھے اس سے اطمینان قلب حاصل ہوتا۔

ہندوؤں کے متعلق سنئے ایک مرتبہ مدراس ہندو
مہا سبھا نے ہندو لا کمیٹی کے نام پر جو یادداشت ارسال
کی تھی، اس میں پہلی بار ہندو سوسائٹی کے بعض حالات
میں تعدد ازدواج کی ضرورت کا اعتراف ہے یعنی ہندوؤں
کو بعض ایسے حالات پیش آسکتے ہیں جن میں ان کو
کئی کئی عورتوں سے شادی کی اجازت ہونی چاہیئے۔

اوپر کی بحث سے معلوم ہوا کہ ایک ہی بیوی کے دستور

کو اصل قاعدہ اسلام میں قرار دیا گیا مگر ساتھ ہی یہ بھی برداشت نہیں کیا گیا کہ انسان کو ضرورت لاحق ہو اور دوسری شادی نہ کرے بلکہ اگر صحیح معنوں میں ضرورت ہے اور اس کو یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اگر دوسری شادی نہ کی تو گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ ہے ایسی ناگزیر ضرورت میں اسلام کا قانون یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادی کی جا سکتی ہے اور کوئی شبہ نہیں اس طرح کی ضرورت آئے دن زندگی میں پیش آتی رہتی ہے۔ کبھی کسی کی بیوی بانجھ ہو جاتی ہے اور اولاد کا طبعی اشتیاق مجبور کرتا ہے۔ کسی کسی کی بیوی دائمی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اس وقت مرد کا طبعی تقاضا اور بیمار بیوی کو تیمارداری کی ضرورت دونوں چیزیں تقاضا کرتی ہیں کہ دوسری شادی کی جائے مگر ایک سے زیادہ شادی کی اجازت اس شرط پر دی ہے کہ عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

عدل کا مفہوم

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً "اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو بس ایک ہی بیوی پر بس کرو"

اس حکم میں عدل سے مراد نفقہ، نوبت (باری) تقسیم اوقات، حسن معاشرت، ملاطفت وغیرہ اختیاری افعال میں مساوات ہے۔ دلی محبت یا مقدار مباشرت میں مساوات مراد نہیں ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا

"اور تم سے تو یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیویوں میں برابری کر سکو گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ جس سے اس کو ایسا کر دو جیسے ادھر میں لٹکی ہو اور اگر اصلاح کر لو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے"

آیت میں اللہ کی صفت غفور لائی گئی ہے جس کا مطلب یہ

ہوا کہ اللہ تمہارے غیر اختیاری نابرابری کو معاف کرنیوالا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ رضؓ سے زیادہ محبت رکھتے تھے جس پر آپؐ نے جناب باری میں عذر کیا تھا، چنانچہ حدیث میں ہے:

عن عائشۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم ویعدل فیقول اللّٰھم ھٰذا قسمی فیما املك فلا تلمنی فیما تملك ولا املكُ (اصحاب السنن الاربعہ وغیرہ)

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ نبی کریمؐ تقسیم میں عدل کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے اے اللہ یہ تقسیم میری ان امور میں ہے جو میرے اختیار میں ہیں (یعنی باری اور نفقہ سکنٰی وغیرہ) پھر تو مجھے اس امر کی تقسیم میں جو تیرے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں، برابری نہ کرنے کے سبب ملامت نہ کیجئو"

یہی معنٰی (جو اللہ کے قول اور فعل و قول نبوی سے ثابت ہیں) بحکم عقل و شہادت قانون قدرت اس حکم میں مراد ہو سکتے ہیں دلی محبت کا مراد ہونا نہ بحکم عقل جائز ہے نہ بشہادت قانونِ قدرت ممکن ہے یہ مشاہدہ اور ہر کس و ناکس کا وجدانی تجربہ ہے کہ دو چیزوں میں سے خواہ وہ عورتیں

ہوں یا اولاد یا گائے، بھینس، گھوڑے وغیرہ ہوں ایک کو کسی صفت یعنی صورت یا سیرت وغیرہ میں مزیت یا فوقیت ہو تو انسان کی طبیعت کا میلان دوسرے کی بہ نسبت اسکی طرف زیادہ ہوتا ہے، وہ چیز زیادہ محبوب اور مرغوب ہوتی ہے اور عقل بھی اسی چیز کو ترجیح دینا پسند کرتی ہے کیونکہ عقل مرجوح کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتی۔

اور یہ چیز بھی عموماً مشاہدہ میں آتی ہے کہ کئی بیویوں میں سے سبھی تمام صفات میں مساوی نہیں ہوتیں، صورت یا سیرت یا شباب، علم یا اخلاق یا عقل وغیرہ صفات میں متفاوت ہوتی ہیں۔ اس عقلی و قدرتی اصول کی طرف نظر کرنے سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کئی بیویوں کا شوہر خواہ کیسا ہی بے نفس اور خدا ترس ہو اپنی اس بیوی کی جانب زیادہ جھکاؤ رکھے گا جس میں اس کو مطلوبہ صفات بدرجۂ اتم پائی جائیں گی۔ اس کے برعکس، میلان اور محبت میں مساوات طاقت انسانی سے خارج ہے۔ جو چیز وسعت انسانی سے باہر ہو، اللہ انسان کو اس کا مکلف نہیں بناتا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا ؕ

قسط اور عدل میں فرق

قسط اور عدل کو سمجھنے کے لئے یہ آیت ملاحظہ کی جائے

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ	اور ناپ تول پوری پوری کیا کرو
بِالْقِسْطِ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا	انصاف کے ساتھ۔ ہم کسی شخص کو
اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ	اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف
فَاعْدِلُوْا	نہیں دیتے اور جب تم بات کیا کرو تو عدل کیا کرو

آیت مذکورہ میں ناپ تول کے پورا کرنے کا حکم قسط کے ساتھ ہے۔ اور بات کہنے کی بابت ہے کہ جب کہو تو عدل کرو ۔۔ عدل اور قسط میں فرق یہ ہوا کہ قسط کا مطلب یہ ہوا کہ بلا کم و بیش قسطاس مستقیم کے مطابق ہو اور قسطاس کے معنیٰ ہیں ترازو کے [illegible] یا پیمانہ سے تولتے وقت کمی و بیشی کا سوال پیدا نہیں ہوتا یعنی ناپ تول کے لئے ترازو اور پیمانہ موجود ہوتا ہے اور بات کہنے کے لئے قیاس و اندازہ ہوتا ہے جس میں کمی بیشی ہو جاتی ہے ۔ایسا یقینی اور پوری بات کا اترنا جس طرح ناپ تول سے اترتی ہے

ممکن نہیں لہٰذا قسط کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں پر پورا اترنے کے لئے یقین ہو سکے اور عدل میں ظن غالب ہوتا ہے

چار کی تحدید پر اعتراض کا جواب

اگر تعدد نکاح کی اجازت ایک عورت سے اغراض نکاح نہ پوری ہونے کی وجہ سے ہے تو پھر اس تعدد کا انحصار چار ہی عورتوں پر کیوں ہوا جس شخص کے اغراض چار عورتوں سے پورے نہ ہوں اس کو پانچ عورتوں سے نکاح کی اجازت کیوں نہیں ہے؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر چار کا عدد کوئی معنیٰ اور وجہ انحصار رکھتا ہے تو پیغمبر اسلام نے چار سے زائد عورتوں سے کیوں نکاح کیا؟

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ضعیف الجسم والقویٰ ہوتے ہیں کہ وہ ایک عورت کے لائق بھی نہیں ہوتے ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کی بھی اجازت نہیں دی یعنی جو جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو اس کا نکاح کرنا جائز ہی نہیں، اور جو مالی طاقت نہ رکھتا ہو اس

کو وسعت کا انتظار بہتر ہے اور بلا استطاعت نکاح کر لینے میں معصیت کا اندیشہ ہے

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۂ نور)

"(یعنی) جو لوگ نکاح (اسباب سامان نفقہ وغیرہ) نہیں پاتے وہ گناہ سے بچیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان کو مالدار کر دے جسکی وجہ سے وہ نکاح کر سکیں۔"

بخاری و مسلم میں یہ روایت بھی ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوانوں کی جماعت جو تم میں طاقت (مالی و جسمانی) رکھے وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو نظر بد سے بچاتا ہے اور شرمگاہ کو فعل حرام سے محفوظ رکھتا ہے اور جسکو طاقت (مالی) نہ ہو وہ روزہ رکھے اسلئے روزہ شہوت کو دفع کر دیگا

امام نووی نے فرمایا کہ لفظ "باءۃ" جو اس حدیث میں ہے۔ مباشرت مراد ہے اور اسکی طاقت ہوتے سے یہ مراد ہے کہ وہ

اس پر بہم رسانی اسباب نکاح کے ساتھ قادر ہو سکے۔

اور بہت ایسے لوگ ہیں جو ایک عورت کو نبھا سکتے ہیں انکے لئے ایک ہی عورت متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً

"اگر تم ڈرتے ہو کہ تم یتیم عورتوں سے (جو تمہارے نکاح میں ہیں) انصاف نہیں کر سکتے تو تم (انکی جگہ) اور عورتیں جو تمہیں اچھی لگیں دو دو تین تین یا (نہایت) چار چار نکاح میں لاؤ اور اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی رہنے دو"

بعض لوگ ایسے ہیں جو ایک عورت سے اپنی اغراض کو پورا نہیں کر سکتے ان کے لئے چار عورتوں تک کی اجازت ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے ثابت ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ چار سے زائد عورتوں سے نکاح کیوں جائز نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کی غرضیں دو ہیں، حفظ شخص حفظ نوع۔

حفظ شخص کا مطلب ہے جسم کی حفاظت کرنا۔

حفظ نوع کا مطلب ہے نسل انسانی کو بڑھانا۔

جسم کی حفاظت کے لئے نکاح کے ضروری ہونے پر دلیل یہ ہے

کہ انسان حد بلوغ کو پہنچتا ہے تو ایک ایسا فضلہ جس کو نطفہ یا منی کہا جاتا ہے پیدا ہوتا ہے اگر طبیعت کے اقتضاء کے وقت اس فضلے کو بدن سے خارج نہ کیا جائے تو صحت کو نقصان پہنچتا ہے اس فضلہ کے دفع کا سہل الحصول سبب نکاح ہے اور نکاح کے بغیر اس کام کو دوسری جگہوں پر پورا کرنا سبب جدال اور محل قتال ہے اگر اس چیز کی اجازت دیدی جائے کہ آدمی جب چاہے جہاں چاہے یہ کام پورا کرلے تو حیوانوں اور انسان میں مابہ الامتیاز کیا رہ جائیگا

حفظ نوع کے لئے نکاح کی ضرورت پر دلیل یہ ہے کہ اگر نوع انسان کو انسان بنا کر بڑھانا چاہیں تو اس کے لئے صرف نکاح ہی ایک ایسا سبب ہے جس سے نسل کے ساتھ ایک نسبی تعلق پیدا ہوتا ہے اور یہی نسبی تعلق ایک ایسا سبب ہے جس سے اولاد کی اچھی تربیت اور اُنکے اخلاق کی تہذیب ہوسکتی ہے جو انسانیت کے لئے لازم اور انسان وحیوان میں مابہ الفرق ہے۔ کیونکہ نطفۂ بے تحقیق کا کوئی دل سوز مربی نہیں ہوتا اور نہ ان کی شائستگی و اخلاق کی تہذیب کا ذمہ دار ہونا پسند کرتا ہے۔

نکاح کا ان دونوں [illegible] ضرورتوں پر مبنی ہونا مسلّم اور قابل

تسلیم ہوگا تو اس سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس نکاح سے یہ دونوں غرضیں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک حاصل نہ ہو وہ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ ہے (یعنی ایسا ہے جیسا نہ ہوتا)

اتنا سمجھنے کے بعد یہ سمجھا جائے کہ ایک شخص کو اگر دوسری غرض حاصل نہ ہو یعنی اس کے مطلق اولاد نہ ہو اور لوگ اس کے متعلق یہ کہیں کہ مرد کے اندر ہی خرابی ہے اور اولاد نہ ہونے کا سبب خود اس کی ذات ہے لہذا مرد کو یہ اجازت ہونی چاہئے کہ ایک عورت سے اسکی اولاد نہ ہو تو دوسری سے نکاح کرے دوسری سے بھی نہ ہو تو تیسری سے تیسری سے بھی نہ ہو تو چوتھی سے، چوتھی تک کی اجازت اس کے لئے صریح انصاف ہے چار سے اوپر اس کی غرض پوری نہ ہونے پر بھی اجازت نہیں کیونکہ اس [illegible] ظن پیدا ہوجاتا ہے کہ یہاں قصور میاں ہی میں ہے، عورتیں بے قصور ہیں میاں کے نطفے میں تولید کی قوت نہیں اس یقین یا غلبۂ ظن کے حصول کی وجہ یہ ہے کہ تین کثرت کی اول حد ہے اور چوتھی کی اجازت سے اس کثرت پر بھی زیادتی ہوئی، چوتھی جگہ بھی اس نطفہ کی بیکاری ثابت ہوئی تو آئندہ کسی اور محل میں اس کے امتحان کی ضرورت

باقی نہ رہی، ممتحن اور حاکم کا حق تو یہ ہے کہ جو شخص تین
دفعہ کسی امتحان میں فیل ہو جائے وہ پھر اس امتحان میں
شامل نہ کیا جائے مگر شارع اسلام رحیم و کریم ہے اس
نے تین دفعہ فیل ہونے کے بعد بھی اس کے حق سے بڑھکر
ایک دفعہ امتحان دینے کا اختیار دیا اس میں بھی وہ فیل
ہوا تو اب اس کو کوئی عذر و سوال کا موقع نہ رہا۔

اس کے علاوہ چار سے زیادہ عورتوں کی اجازت دینے
میں عورتوں کی حق تلفی کا اندیشہ ہے اور اس شخص کے
محل تہمت ہونے کا ڈر ہے، اگر تعداد زوجات کی تحدید
نہ کی جاتی تو مرد بہت ساری عورتوں کو گھر میں رکھ چھوڑتا
جس میں بعض کی حق تلفی یقینی ہوتی اور مرد کے متعلق یہ
بھی کہا جاتا کہ وہ ہوس پرست اور شہوت راں ہے اس
کی ہوس کہیں جاکر دم ہی نہیں لیتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس سرہ کی کتاب
حجۃ اللہ البالغہ کا ایک اقتباس مندرجہ ذیل نقل کیا جاتا
ہے۔ دیکھئے حضرت ممدوح کیا فرماتے ہیں:

"ومنها العدد الذی لا یمکن الاحسان الیه فی العشرة
الزوجیه فان الناس کثیرًا ما یرغبون فی جمال النساء

ویتزوجون منهن ذوات عدد ویبتا ثرون
منها حظیة فلا هی مزوجة
حظیة تقر عینها ولا هی ایم یکون امرها بیدها
ولا یمکن ان یضیق فی ذلك کل تضییق فان
من الناس لا یحصنه فرج واحد واعظم
المقاصد التناسل والرجل یکفی بتلقیح عدد
کثیر من النساء وایضًا فالاکثار من النساء شیمة
الرجال وربما یحصل به المباهاة فقدر الشرع
باربع وذلك ان الاربع عدد یمکن لصاحبه
ان یرجع الی کل واحد لا بعد ثلاث لیال وما
دون لیلة لا یفید فائدة القسم ولا یقال فی
ذلك بات عندها وثلث اول حد کثرة وما فوقها
زیادة الکثرة وکان للنبی صلعم ان ینکح ما شاء
وذلك لان ضرب هذا الحد انما هو لدفع مفسدة
غالبیه دائرة علی مظنة لا لدفع مفسدة عینیه
حقیقه والنبی صلی الله علیه وسلم قد عرف المئنة
فلا حاجة له فی المظنة وهو مامون فی طاعة
الله وامتثال امره دون سائر الناس"

ایک وہ تعداد ہے جس میں معاشرت میں خوبی ممکن ہے
کیونکہ اکثر لوگ عورتوں کی خوبصورتی میں راغب ہوتے ہیں
اور کئی عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں پھر ان میں سے اس
عورت کو جس سے ان کو حظ حاصل ہوتا ہے سنبھال
کر رکھتے ہیں اور دوسروں کو لٹکائے رکھتے ہیں جو نہ تو
شوہر والی ہوتی ہیں جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور
نہ رانڈ کہلاتی ہیں کہ اپنا نکاح دوسرے سے کر لیں اس سباب
میں یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہر ایک کو ایک ہی بیوی رکھنے
کا حکم دیں اور اس کے دائرے کو ہر طرح تنگ کر دیں کیونکہ
بہت لوگ ایسے قوی و توانا ہیں جن کو ضرورتِ بشری
کی تکمیل کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہوتی نیز نکاح
کے بڑے مقاصد میں سے نسل بڑھانا بھی ہے اور ایک
مرد کئی عورتوں سے نسل لینے کے لئے کافی ہوتا ہے عورتوں
کی کثرت مردوں کی ایک طبعی صفت بھی ہے مگر اس میں
کبھی انسان حد تفاخر کو پہنچ جاتا ہے (جو بلحاظ اخلاق
مذموم ہے) اسلئے شارع نے اس کثرت کی حد چار
عورتوں سے مقرر کر دی ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ
کثیر الازواج مرد تیسری شب کے بعد تو ایک عورت کے

پاس شب باشی کرے سالم رات سے کم میں تقسیم کا کچھ فائدہ
نہیں ہوتا اس صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی
عورت کے پاس رات رہا تین کا عدد کثرت کی پہلی حد
ہے اور اس کے اوپر خواہ ایک ہی ہو کثرت میں زیادتی ہے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار تھا کہ جس قدر
چاہیں کریں اس کی وجہ یہ ہے کہ حد کا مقرر کرنا مفاسد
(ظلم اور نامساوات یا اور مفاسد جو عورتوں کی طرف سے
ہوں) کو روکنے کے لئے ہے۔ جن کا وقوع غالباً مظنون اور
محتمل ہوتا ہے نہ ایسے مفاسد کو روکنے کے لئے جو
ہر ایک محل میں یقیناً موجود ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو چونکہ اپنے ظاہری حالات و علامات کا علم تھا اس لئے
آپ کو اپنے معاملے میں ظن و احتمال پر اعتماد کی ضرورت
نہ تھی وہ اللہ کی اطاعت اور حکم کے بجالانے میں مامون
تھے اور آپ کے علاوہ لوگ مامون نہیں تھے لہذا انکے
لئے ظن و احتمال کی بنا پر مفاسد سے ایک روک ضروری
تھی نہ کہ آپ کے لئے۔

نیز غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شادی کے معاملہ
میں اسلام کا حکم اعتدال پر مبنی ہے جو اصول اخلاق کے

بھی مطابق ہے اور قانون قدرت کے بھی موافق کیونکہ ہم
دیکھتے ہیں کہ عہد عتیق (تورات اور صحف قدیمہ) میں نکاح
کو اس قدر وسعت دی گئی ہے کہ اس میں نہ ایک کی
قید کا لحاظ کیا گیا ہے، نہ دو، نہ دس، نہ سو کی۔ بشہادت
عہد عتیق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت داؤد کی بیویاں سات
سے اوپر تھیں اور حضرت سلیمان کی سات سو بیویاں تھیں
اور تین سو حرم۔ اور کتاب پیدائش باب ۱۶ آیت ۳ میں
ہے کہ حضرت ابراہیم کی ایک وقت میں دو بیویاں تھیں اور
پیدائش باب ۲۹ آیت ۱۵ اور ۳۰ میں ہے اور عہد جدید
(اناجیل اور ان کے ملحقات) سے ثابت ہے کہ حضرت
مسیح کی طرف سے تعدد نکاح کی اجازت نہیں پائی گئی
اور مسیح کے قول کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ایک نکاح
کی بھی اجازت نکلتی یا یوں کہو کہ مشکل سے نکلتی ہے یہی
وجہ ہے کہ آپ کے مذہب کے متبعین کی ایک بڑی تعداد
جنہیں رھبان کہا جاتا ہے ایک نکاح بھی پسند نہیں کیا جہاں
تک آریہ ہندؤں کا معاملہ ہے ان کے مذہبی پیشوا منوجی
نے منوسمرتی میں لکھا ہے: راجہ کھاتا کھا کر عورتوں کے ساتھ
محل میں بہار کرے (باب ۷ فقرہ ۲۲۱)

اگر ایک شخص کے چار، پانچ عورتیں ہوں اور ان میں سے
ایک صاحب اولاد ہو تو باقی عورتیں بھی صاحب اولاد ہوتی
ہیں یہ منو کا حکم ہے۔ (باب ۹ فقرہ ۱۸۳)
منوسمرتی کے ان دونوں بیانات سے دو باتیں معلوم ہوئیں
ایک تو یہ کہ تعدد ازواج ان کے مذہب میں بھی مسلّم ہے
ہے۔ دوسری بات یہ کہ ایک آدمی بیک وقت کئی بیویاں
رکھ سکتا ہے تحدید کی کوئی صراحت نہیں۔
اب جو شخص عقل و انصاف سے کچھ بھی بہرہ ور ہو گا وہ
وہ صاف اقرار کرے گا کہ مذہب ہنود و یہود کی افراط (بیویوں
کی کوئی قید نہیں) میں عام انسانوں کی اخلاقی حالت تباہ
ہوتی ہے عورتوں کے حقوق میں مساوات قائم نہیں ہوتی
اور عیسائی مذہب کی تفریط (شادی میں انتہائی تنگی) قانون
قدرت کے خلاف ہے۔ اسلام نے مذہب ہنود و یہود کی
افراط اور مذہب نصاریٰ کی تفریط اٹھا دیا عیسائی تنگی کو
اس طرح دور کیا کہ ضروری حالات میں ایک سے زائد بیویاں
رکھنے کی اجازت دی اور یہودی کثرت کو مناسب قیود و
شروط لگا کر ہزار سے چار تک گھٹا دیا اور افراط و تفریط
کے بیچ کا راستہ نکال لیا۔

مخالفین اسلام کے ایک اعتراض کا جواب

اسلام نے عورت کو ایک وقت میں دو یا تین شوہروں کی اجازت کیوں نہ دی جیسا کہ مرد کو ایک وقت میں متعدد عورتوں کی اجازت دی ہے اس تفاوت کے ساتھ نیچرل مساوات کہاں قائم رہتی ہے جواب یہ ہے کہ نیچرل مساوات کے یہ معنیٰ نہیں کہ جو کچھ مرد کرے وہی عورت کرے اور تمام افعال وصفات میں وہ باہم مساوی ہوں یہ ہو تو مرد کو مرد اور عورت کو عورت کہنے کا کوئی مطلب ہی نہیں رہتا۔ نیچرل مساوات کے تو یہ معنیٰ ہیں کہ جو حق اللہ تعالیٰ نے مرد کو اس کے نیچر (طبیعت) کے موافق عطا کیا ہے ویسا ہے اور اس کی مثل عورت کو اس کے نیچر کے موافق عطا کیا ہے اور اس معنیٰ کر کے مساوات اس حکم (جواز تعدد ازواج) میں موجود ہے مرد کا نیچر اللہ نے اس قسم کا بنایا ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد ازواج سے کام لے سکے لہذا مرد کو ایک وقت میں متعدد ازواج کی اجازت دی ہے اور عورت کا نیچر اس قسم کا نہیں بنایا کہ وہ ایک وقت میں متعدد مردوں سے اغراض

نکاح کو پورا کر سکے بلکہ اس کا نیچر اس قسم کا بنایا کہ وہ ایک وقت ایک ہی شوہر سے اغراض نکاح حاصل کر سکے ایک سے وہ اغراض پورے نہ ہوں تو دوسرے شوہر سے دوسرے وقت میں حصول اغراض کا قصد کرے لہذا اس کو ایک وقت میں متعدد مردوں کی اجازت نہیں دی بلکہ متعدد اوقات میں تعدّد کی اجازت عطا فرمائی ہے۔
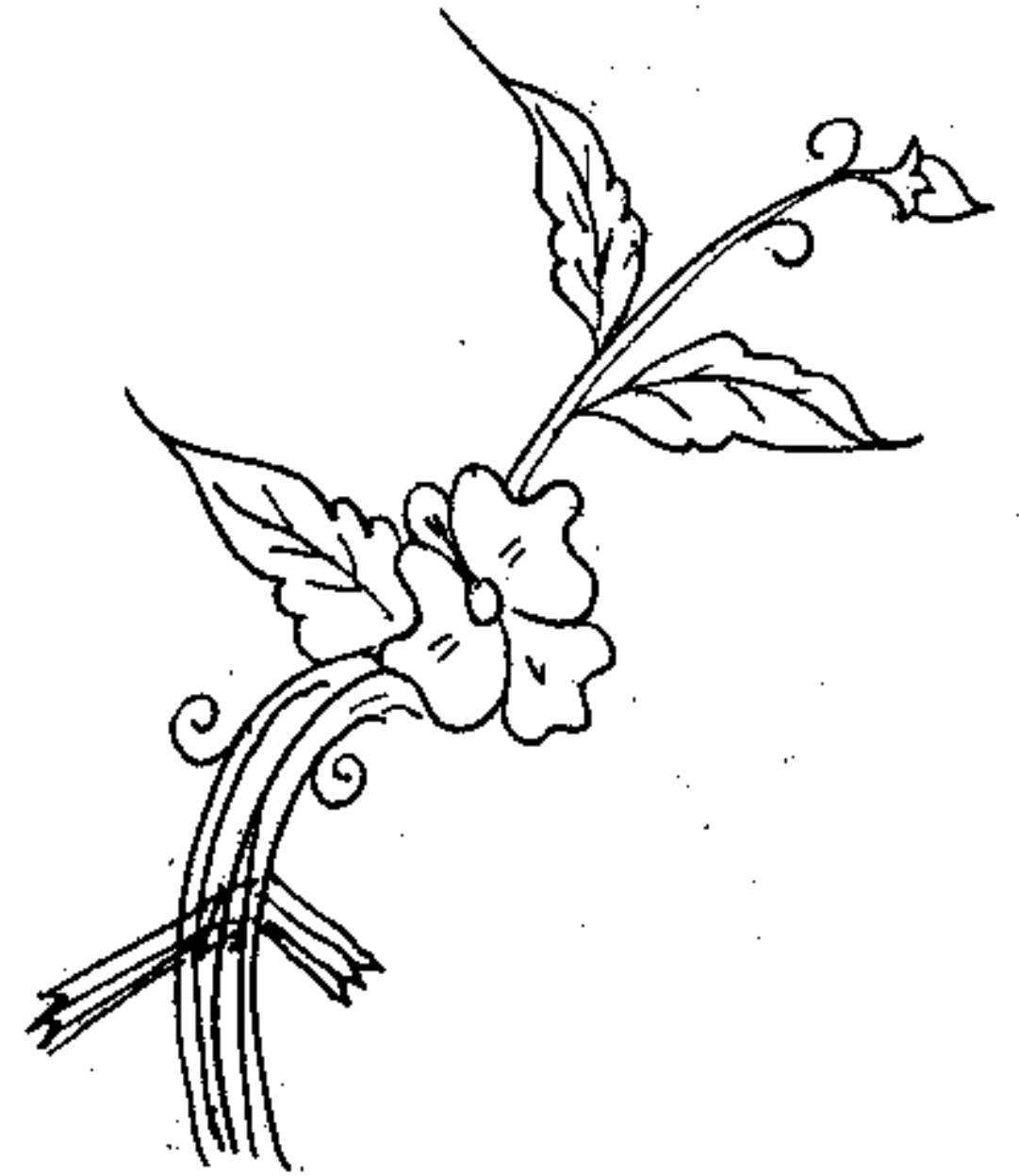
اب سوال یہ ہے کہ مرد کا نیچر ایک وقت میں متعدد بیویوں سے کام لینے کے لائق ہے عورتوں کا نیچر اس قابل کیوں نہیں کہ وہ متعدد مرد رکھ سکے۔

جواب یہ ہے کہ اغراض نکاح دو ہیں۔ حفظ شخص[۱] حفظ نوع[۲]۔ یہ دونوں غرضیں عورت کو ایک وقت میں ایک ہی شوہر سے حاصل ہو سکتی ہیں نہ کہ متعدد ازواج سے کیونکہ اگر ایک وقت میں ایک عورت کے متعدد خاوند ہوں اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ ضرورت وطلب کے وقت اس کو اپنا فراش بنائے تو عورت کے حفظ شخص پر اثر گا یعنی اس کی صحت قائم نہیں رہے گی۔

اگر کسی خاص تدبیر سے اس کی صحت قائم رہ جائے مگر حفظ نوع ناممکن ہے کیونکہ اولاد ہونے پر اس کو کسی خاص

شوہر کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا نہ وہ کسی کا وارث
ہو سکتا ہے نہ کوئی اس کا وارث۔ اس وجہ سے اولاد
کی تربیت وحفاظت کا کوئی ذمہ دار نہیں ہو سکتا اس امر
کی تصدیق بازاری عورتوں اور ان کی اولادوں کے حالات
دیکھنے سے ہو جاتی ہے۔

طلاق

لفظ طلاق سے یورپین مصنفین بہت برہم ہوا کرتے
ہیں وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں کہ جسٹنین کوڈ میں طلاق
کی کامل آزادی عیسائیوں کے لئے بحال رکھی گئی ہے وہ یہ بھی
فراموش کر دیتے ہیں کہ آج دنیا میں صرف یورپ ہے جہاں
طلاق بکثرت دی جاتی ہے۔ اور طلاق منظور کرنے والی
عدالتیں جداگانہ یورپ ہی میں ہیں اسلام نے یہودیوں اور
عیسائیوں اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق
پر بہت سی قیود بڑھا دیں جس نے طلاق کی رسم کو تقریباً
ملیامیٹ کر دیا۔

۱۔ مہر زوجہ طلاق کی روک ہے،

طلاق شرعی تین ہیں ہر طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہئے
یہ تین مہینے کی میعاد بھی طلاق کیلئے روک ہے۔

۲۔ آخری طلاق تک بیوی شوہر کے گھر میں رہے یہ
تدبیر بھی طلاق کیلئے روک ہے۔

۳۔ طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں اور یہ بھی غیرت
والوں کیلئے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں

چاہتے طلاق کی روک ہے۔
۴۔ مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح اس وقت تک نہیں کرسکتی جب تک کوئی اور اس سے نکاح نہ کرلے اور پھر اتفاق وقت سے اسے چھوڑ نہ دے یہ سخت شرط بھی طلاق کے لئے روک ہے۔
۵۔ حدیث ہے، ان ابغض الحلال عند اللّٰہ الطلاق جائز کاموں میں سب سے قابل نفرت اللہ کے نزدیک طلاق ہے یہ حدیث بھی طلاق کے لئے روک ہے۔
۶۔ قرآن میں ہے کہ نبی ؐ نے زید سے کہا امسك عليك زوجك واتق اللّٰه (احزاب) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور (طلاق دینے میں) اللہ سے ڈرو لیکن قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے کہ کسی کو طلاق دینے کی بابت کہا گیا ہے۔
۷۔ قرآن مجید نے ظہار کو لغو قرار دیا، ظہار کا مطلب ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ماں کہدے حالانکہ عربوں کے یہاں یہ بھی طلاق تھی۔
۸۔ قرآن نے ایلاء کی اصلاح کی حالانکہ عرب میں یہ بھی، طلاق ہی، کے معنی میں تھا، ایلاء کا مطلب ہے کہ شوہر

قسم کھالے کہ عورت سے کوئی تعلقات نہیں رکھے گا۔
۹۔ قرآن نے لازم ٹھہرایا ہے کہ ناچاقی کی صورت میں ایک ثالث (تیسرا) شوہر کے کنبے کا اور ایک ثالث بیوی کے کنبے کا مقرر کئے جائیں یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں اصلاح کی کوشش کریں یہ تدبیر بھی طلاق کیلئے روک ہے۔
اگر کسی اور مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی ساری اور تدابیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں

اور مجلس کا صحیح مفہوم

پہلی بات تو یہ ہے کہ جبری طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی، رہیں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق رجعی شمار ہوں گی جس میں شوہر کو دوران عدت اپنی بیوی سے رجوع کا حق ہوگا عدت گذر جانے کی حالت میں شوہر اس سے نکاح جدید کرسکتا ہے، کیونکہ بقول ابن عباس رضؓ ایک مجلس کی تین طلاقیں عہد نبوی، عہد صدیقیؓ نیز حضرت عمرؓ کی خلافت

کے شروع دور میں ایک ہی شمار ہوتی تھیں لیکن جب
لوگ کثرت سے طلاق دینے لگے تو عمر فاروقؓ نے (بطور
تعزیر وسزا) تینوں کو نافذ فرما دیا (دیکھئے صحیح مسلم کتاب الطلاق)

حضرت ابن عباس ہی سے بسند صحیح عہد نبوی کا
یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ رکانہؓ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو
تین طلاق دے دی پھر انہیں اپنے اس عمل پر بہت حزن و
ملال ہوا تو نبی پاکؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے
کس طرح طلاق دی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ تین طلاقیں
دی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ آیا یہ تینوں طلاقیں ایک ہی مجلس
میں دی ہیں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ، ہاں
آپ نے فرمایا کہ یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی بس تم اگر چاہو
تو رجوع کر سکتے ہو چنانچہ انہوں نے رجوع کر لیا۔
(دیکھئے مسند احمد ۱/۲۶۵ بتحقیق احمد محمد شاکر)

مذکورہ دونوں حدیثوں کے علاوہ قرآن سے بھی اس
مسئلے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول۔۔

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان
(بقرہ) نیز اس قول لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً
سے پتہ چلتا ہے کہ تینوں طلاقیں ایکبارگی نہ دی

جائیں تاکہ شرمندگی اور ندامت کی صورت میں شوہر کے لئے
رجعت کا اختیار باقی رہے تینوں طلاقوں کے واقع ہوجانے
کی صورت میں یہ آسانی فوت ہوجاتی ہے اس لئے ایسا کرنا
شریعت کے منشا کے خلاف ہے۔

مذکورہ دلائل کے علاوہ ایک بات یہ بھی انتہائی
قابل غور ہے کہ شوہر نے جب پہلی بار کہا اَنْتِ طَالِقٌ (تم پر
طلاق ہے) تو اس کے اس قول سے دونوں کے مابین
رشتۂ زوجیت ٹوٹ گیا اور بیوی مطلقہ ہوگئی، اب
وہ رجعت سے قبل طلاق جدید کا محل ہی نہیں رہی کہ اس
پر دوسری اور تیسری طلاق کا تجربہ کیا جائے لہذا
شوہر کا دوسری تیسری مرتبہ اس کو انت طالق کہنا بالکل
فضول اور لغو ہے۔

رہا حضرت عمرؓ کا تینوں طلاقوں کو تین ہی نافذ کر دینا
تو یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا جس سے ان کا مقصد محض
ہنگامی طور پر ایک مسئلہ کی روک تھام تھا نہ کہ شرعی
حکم کا الغاء، کیونکہ کتاب وسنت سے ثابت شدہ
کسی حکم کو منسوخ کرنا یا بدل دینا اس کا حق کسی شخص
کو نہیں۔

بہر کیف جب حضرت عمر کی اس سخت کارروائی سے
بھی اس امر منکر کی روک تھام نہ ہوسکی تو آپ کو اپنی
اس اجتہادی غلطی کا حد درجہ احساس ہوا چنانچہ
آپ نے اس ندامت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔
ماندمت علی شئی ندامتی علی ثلاث ان لا یکون حرمت
الطلاق ۔ یعنی مجھے تین باتوں پر جیسی ندامت ہوئی ویسی
کہیں بھی نہیں ہوئی ان باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے
تین ایکبارگی طلاق کو مغلظ قرار دے دیا۔

(دیکھیے اغاثۃ اللھفان ص۱۸)

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ تین مجلسوں سے مراد تین
نشستیں نہیں بلکہ تین مہینے کے تین پاکی کے ایام ہیں

طلاق کے بعد مہر کی ادائیگی کی تفصیل

نکاح میں مہر ادا کرنا ضروری ہے ارشاد الٰہی ہے
وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۔ (نساء) اور عورتوں کو
ان کے مہر خوشی سے دیدو۔
نکاح اور بدکاری میں مہر ہی سے تمیز ہوتی ہے۔

مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔
سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۶ اور ۲۳۷ میں بیان کیا
گیا ہے کہ نکاح کے وقت اگر مہر متعین ہوگئی تو دو حال
سے خالی نہیں۔ خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی یا
خلوت صحیحہ کے بعد، پہلی صورت میں آدھی مہر ادا کرنی
پڑے گی بصورت دیگر پوری مہر ادا کرنی ہوگی۔
اور اگر نکاح کے وقت مہر متعین نہیں ہوئی ہے
تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں خلوت صحیحہ کے بعد طلاق
ہوئی ہے یا خلوت صحیحہ سے پہلے، پہلی صورت میں مہر
مثل ادا کرنا ہوگا بصورت دیگر اپنی مقدرت کے مطابق
معروف طریقے پر کچھ دیکر کرے (لڑکی کی بہن یا اس
کے خاندان کی لڑکیوں کی جتنی مہر ہوگی اسے مہر مثل کہتے
ہیں۔)

طلاق دے تو رہے ہو غرور قہر کے ساتھ
مرا شباب بھی لوٹا دو میری مہر کے ساتھ

سورۃ نور اور سورۃ احزاب میں پردہ کا حکم

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (نور)

اور وہ (عورتیں) اپنی زینت کا اظہار نہ کریں بجز اس زینت کے جو ظاہر ہو جائے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ (احزاب)

اے نبی اپنی بیویوں اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں۔ اس آیت کریمہ میں جو جلابیب کا لفظ ہے وہ جلباب کی جمع ہے اور جلباب کا مطلب فتح البیان میں لکھا ہے، كُلُّ ثَوْبٍ يَسْتُرُ جَمِيعَ بَدَنِ الْمَرْأَةِ۔ یعنی ہر وہ کپڑا جو عورت کے بدن کو پوری طرح چھپا لے، اسے جلباب کہتے ہیں۔

سورہ نور میں اس پردے کا ذکر ہے جو ہماری مستورات کو گھروں میں رہتے ہوتے ان کے لئے ضروری ہے اور سورہ احزاب میں اس حالت کے پردے کا حکم ہے جب وہ گھروں سے نکل کر کسی ضروری کام سے باہر

جانا چاہیں جو لوگ ہاتھ منہ کھول کر سیر و تفریح اور سفر کی اجازت دیتے ہیں اس غلطی کا سبب یہ ہے کہ قرآن کے دونوں مقامات کو غور سے نہیں دیکھا گیا اور مخصوص پردے کی دو حالتوں کو ایک سمجھ لیا گیا۔

گھر کے اندر عورتوں کو اکثر اوقات بسر کرنے ہیں وہاں کے لئے اس قسم کا پردہ تکلیف اور حرج کا باعث تھا لہٰذا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے ساتھ ہاتھ منہ کو الگ کر دیا کیونکہ اول تو گھر میں رہ کر گھر کے کام کاج کرنے رہتے ہیں اس لئے گھر کے اندر ایک معمولی پردے پر اکتفا کیا گیا لیکن باہر زیادہ تر اغیار اور اجانب سے سابقہ پڑتا تھا لہٰذا اس موقع پر يدنين عليهن من جلابيبهن کہہ کر سر سے پاؤں تک ہر ایک عضو کو چھپا کر رکھنے کا حکم دیا گیا۔

سورہ نور میں اللہ نے ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کے سامنے عورتیں نسوانیت کا وقار رکھتے ہوتے زیب و زینت کے ساتھ آسکتی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ شوہر
۲۔ سسر
۳۔ بھائی
۴۔ بھائی کی اولاد

۵۔ بہن کی اولاد ۶۔ مسلمان عورتیں
۷۔ لونڈیاں (خادمائیں) ۸۔ شہوانیت سے دور معتقل لوگ
۹۔ بچے جو عورتوں کی کیفیتوں اور نزاکتوں کا شعور نہیں رکھتے۔ سورہ نور آیت ۳۱

مذکورہ بالا میں چچا اور ماموں کا تذکرہ نہیں ہے حالانکہ یہ دونوں عورت پر ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہیں یہاں ان کے نہ ذکر کرنے کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ عورت ان کے سامنے آتے گی تو وہ اس کا تذکرہ اپنے بچوں سے کر سکتے ہیں جن سے ان کی شادی جائز ہے یہاں شاید یہی احتیاط مقصود ہو۔

عدت چار مہینہ دس دن ہی کیوں؟

حضرت سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ عدت وفات چار ماہ دس دن ہے چار مہینے کے بعد یہ دس دن کیا ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ انہیں دنوں میں روح پھونکی جاتی ہے، بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق و مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک اپنی والدہ کے شکم میں چالیس روز اسی طرح (نطفے کی صورت میں) رہتا ہے پھر وہ چالیس دن تک جمے ہوتے خون کی صورت میں رہتا ہے پھر وہ گوشت کی بوٹی بنکر اتنے ہی دن رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی جانب ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ چار باتیں لکھ آتے۔
۱۔ اس کا عمل ۲۔ اس کی موت ۳۔ اس کا رزق
۴۔ شقی ہے یا سعید پھر اس پر روح پھونک دی جاتی ہے۔

حدیث مذکور سے یہ بات واضح ہے کہ چالیس دن انسان نطفہ کی شکل میں رہتا ہے پھر چالیس دن علقے کی صورت میں پھر چالیس دن مضغے کی صورت میں رہتا ہے یہ کل ایک سو بیس دن ہوتے جن کے چار مہینے بنتے ہیں اس کے بعد اللہ فرشتہ بھیج کر انسان کا عمل اس کی موت اس کی روزی اس کی شقاوت و سعادت لکھوا دیتا ہے اور پھر اس میں

روح پھونکنے کا حکم دیتا ہے۔
حاملہ عورتیں بھی بتاتی ہیں کہ چار مہینہ گذر نے کے بعد
جیسے ہی پانچواں مہینہ لگتا ہے بچہ پیٹ میں حرکت کرنے
لگتا ہے ڈاکٹروں کا بھی کہنا ہے کہ اسی دن کے بعد شکل
بننے لگتی ہے حضرت علی سے مروی ہے کہ جب نطفے پر چار
مہینے گذر جاتے ہیں تو اللہ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین
تین اندھیروں میں اس میں روح پھونکتا ہے یہی معنی ہیں
ثُمَّ اَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ کہ ہم اور دوسری ہی پیدائش
میں پیدا کرتے ہیں یعنی دوسری قسم کی پیدائش سے روح
پھونکا جانا مراد ہے۔

غسلِ جنابت کا طریقہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل فرماتے، تو پہلے
اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر صلاۃ کے وضو کی طرح وضو
کرتے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں کا خلال کرتے
یہاں تک کہ جب سمجھ جاتے کہ چمڑا تر ہو گیا تو اس پر تین
مرتبہ پانی بہاتے، پھر باقی جسم کو دھو ڈالتے۔ اور عائشہؓ
نے مزید فرمایا کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں
ایک برتن سے غسل کرتے تھے، ہم دونوں اس سے پانی
لیکر اپنے اپنے جسم پر ڈالتے تھے۔ (بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی میمونہ بنت حارث
رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے جنابت کا غسل کرنے کیلئے پانی رکھا تو آپ
نے دو یا تین مرتبہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال
کر ان کو دھویا، پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا، پھر دو یا تین
مرتبہ ہاتھ کو زمین یا دیوار پر رگڑا، پھر کلی کی اور ناک میں
پانی ڈال کر اسے جھاڑا، پھر منہ اور دونوں ہاتھوں کو

دھویا، پھر سر پر پانی بہایا، پھر سارے جسم کو دھویا، پھر اس جگہ سے الگ ہو کر دونوں پیر دھوتے، آخر میں میں نے ایک تولیہ پیش کیا (تاکہ اس سے جسم کو پونچھ لیں) تو آپ نے اسے نہیں لیا اور دونوں ہاتھوں سے بدن سے پانی جھاڑنے لگے۔
(بخاری شریف / مسلم شریف)

مسائل

ان دونوں حدیثوں سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

- جنابت کی وجہ سے غسل کرنا ضروری ہے۔
- غسل جنابت کا کامل طریقہ وہی ہے جو ان حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے۔
- ہاتھ سے پانی نکالنے والے کے لئے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کا دھونا مستحب ہے۔
- شرمگاہ اور گندگی کو داتیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے دھونا چاہئے۔
- غسل جنابت میں کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے۔ نجاست صاف کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین یا دیوار

وغیرہ پر رگڑ کر یا صابن وغیرہ جیسی چیزوں سے دھونا مستحب ہے۔

- جنابت میں غسل یعنی پورے بدن پر پانی ڈالنا ایک ہی مرتبہ مستحب ہے۔
- جو غسل کی نیت سے وضو کرے پھر بقیہ بدن کو مکمل کرے اس کے لئے وضو کی تجدید کرنی ضروری نہیں۔
- غسل اور وضو کا پانی ہاتھ سے جھاڑ کر صاف کرنا جائز ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے رومال اور تولیہ کا استعمال کرنا بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ ہاتھ اور کپڑے دونوں سے پانی زائل ہوتا ہے، جب ہاتھ سے پانی زائل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، تو کپڑا سے بھی ثابت اور جائز ہوگا۔

اب رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا نہ استعمال کرنا تو اس سے عدم جواز نہیں ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں مثلاً ہو سکتا ہے کپڑا صاف نہ رہا ہو، یا آپ کو جلدی رہی ہو یا یہ کہ آپ کے کپڑا استعمال کرنے سے لوگ اسے عادت میں شامل کر لیں جس سے تنگی میں پڑ جائیں، نیز

اُمّ المومنین میمونہؓ کا کپڑا لانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کپڑے سے پانی سکھاتے تھے، لیکن اس بار کسی وجہ سے واپس کردیا۔

- غسل کے وقت پردہ کرنا مستحب ہے خواہ گھر ہی میں کیوں نہ غسل کرے۔
- وضو اور غسل کا پانی لانے میں دوسروں کا تعاون لینا جائز ہے
- عورتوں کا اپنے شوہروں کی خدمت کرنا جائز ہے۔
- بیوی اور شوہر کا ایک ساتھ ایک ہی برتن میں غسل کرنا اور ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے۔

وہ حالت جنمیں حمل ساقط کر سکتے ہیں۔

اگر عورت بلڈ پریشر کی مریض ہے حمل اس کی زندگی کے لئے سنگین خطرہ ہے تو مباح اور جائز دواؤں کے ذریعے چالیس دن سے قبل نطفہ گرانا جائز ہے اور اگر حمل جان لیوا ہو یا بدن کے لئے سخت نقصان دہ ہو تو معتبر ڈاکٹروں کے حکم سے اسقاط حمل جائز ہے (شیخ ابن جبرین)

جوڑا بنانے کا حکم

نبی پاکؐ نے ارشاد فرمایا وہ دو قسم کے لوگ جہنم میں جائیں گے اب تک میں نے ان کو دیکھا نہیں ہے اور پوری حدیث بیان کی اس میں یہ بھی فرمایا پہننے والی اس کے باوجود ننگی، مائل ہونے والی مائل کرنے والی عورتیں جن کے سر بختی اونٹ کے کوہانوں کے مانند مائل ہونگے" (مسلم کتاب الجنۃ۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جوڑا اگر اوپر ہو

تو جائز نہ ہوگا اور اگر گردن کے قریب ہو تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ بازار کی طرف نہ جائے، چونکہ یہ چادر کے پیچھے سے بھی ظاہر ہوگا اس لئے تبرج اور فتنے کے سبب سے ناجائز ہے

محرمات

حرمت کی دو قسمیں ہیں • حرمت ابدیہ • حرمت وقتیہ عارضیہ۔

ابدی حرمت عورت کو کسی کی شریک حیات بننے سے ہمیشہ کیلئے مانع ہے، دائمی اور ابدی حرمت کے تین وجوہ ہیں۔

(۱) نسب (۲) مصاہرت (۳) رضاعت

• نسبی محرمات سات ہیں۔

۱۔ مائیں ۲۔ خالائیں ۳۔ بیٹیاں ۴۔ بہنیں ۵۔ پھوپھیاں ۶۔ بھتیجیاں ۷۔ بھانجیاں۔

• مصاہراتی (سسرالی) محرمات چار ہیں۔

۱۔ بیوی کی ماں، اس کی نانی، اس کی دادی اور اوپر کی تمام دادیاں اور نانیاں، ۲۔ اس بیوی کی لڑکی جس سے تم جماع کر چکے ہو، ۳۔ بیٹے کی بیوی،

پوتے کی بیوی، نواسے کی بیوی اسی طرح نیچے کی تمام بیویاں، ۴۔ سوتیلی مائیں۔

رضاعی محرمات، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا "نسب کے واسطے سے جو رشتے حرام ہیں وہ رضاعت کے واسطے بھی حرام ہو جاتے ہیں" (بخاری، مسلم)

دودھ پلانے والی عورت، اس کی ماں، اس کے شوہر کی ماں، شوہر کی بہن، عورت کی پوتیاں، نواسیاں، عورت نے جس لڑکی کو دودھ پلایا ہو یعنی وہ بہن جسے ماں نے اس کے رضاعی باپ کی صحبت سے دودھ پلایا ہو، خواہ بہن نے اس لڑکے کے ساتھ دودھ پیا ہو، یا اس کے پہلے، یا اس کے بعد، یا ماں جائی بہن (اخیافی بہن) جسکو ماں نے دوسرے شوہر کی صحبت والے دودھ سے پلایا ہو، یا باپ جائی بہن (علاتی بہن) جیسے رضاعی باپ کی دوسری بیوی نے دودھ پلایا ہو۔

معلوم رہے کہ پانچ بار سیر ہو کر دودھ پینا ہی حرمت کو مقتضی ہے اور حرمت رضاعت

صرف دو سال کے اندر ہی ثابت ہو گی دو سال بعد پینے کا کوئی اعتبار نہیں

حرمت عارضیہ ، ۱۔ دو سگی بہنوں کو بیک وقت زوجیت میں رکھنا ، ۲۔ عورت یا اس کی پھوپھی، یا اس کی خالہ کو جمع کرنا، ۳۔ غیر کی بیوی، ۴۔ غیر کی عدت گذار بیوی، ۵۔ زناکار عورت، (اگر توبہ نہ کرے)

سگی سالی کی بیٹی سے شادی

سوال۔ بیوی کے انتقال کے بعد کیا زید اپنی سالی کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے جبکہ زید رشتے میں اس لڑکی کا خالو لگتا ہے۔؟

جواب:۔ جائز ہے کیونکہ قرآن حکیم نے محرمات کی جو فہرست بتائی ہے اس میں سالی کی بیٹی کا ذکر نہیں ہے اور دور صحابہ میں ہمیں اس کی ایک بڑی واضح نظیر ملتی ہے کہ حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کے انتقال کے ایک عرصہ بعد امامہ بنت زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح فرمایا تھا، ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ رشتے میں امامہؓ کے خالو لگتے تھے۔

مانع حمل دواؤں وغیرہ کا استعمال

اگر عورت مریضہ ہو اور ہر سال حمل برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو یا حد درجہ کمزور اور لاغر ہو یا دوسرے موانع ہوں تو وہ مانع حمل دوائیاں وغیرہ استعمال کر سکتی ہے اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں قطع نسل ہے اور نبی کریمؐ کا فرمان ہے، "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم"۔ شادی کرو ان عورتوں سے جو خوب محبت کرتی ہوں خوب بچے جنتی ہوں کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا (طبرانی) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر احسان جتاتے ہوئے کہا وجعلنکم اکثر نفیرا یعنی مال اور اولاد سے تمہاری مدد کریں اور تمہاری تعداد کو (جماعت) کو بڑھا دیں گے۔ (الشیخ ابن عثیمین)

مدت نفاس میں چالیس دن سے پہلے مباشرت

بچہ پیدا ہونے کے بعد مدت نفاس میں جب تک خون جاری رہے عورت سے مباشرت کرنا جائز نہیں، ہاں اگر چالیس دن سے پہلے خون بند ہو گیا تو مباشرت مکروہ

ہے لیکن جائز ہے کوئی گناہ نہیں شرط یہ ہے کہ خون بالکل بند ہو گیا ہو (شیخ ابن جبرین)

کیا خون حیض رکنے کے بعد غسل سے پہلے مباشرت جائز ہے؟

قرآن میں ہے ولا تقربوهن حتى يطهرن فاذا تطهرن فأتوهن من حيث أمركم الله — اور تم ان سے قربت نہ کرو یہاں تک کہ پاک ہو جائیں تو جب وہ پاکیزگی حاصل کریں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔

اس آیت میں "طہر" اور "تطہر" طہر کے معنیٰ تو یہ ہیں کہ عورت کا خون آنا بند ہو جائے اور تطہر کے معنیٰ ہیں کہ عورت نہا دھو کر پاکیزگی کی حالت میں آ جائے۔

آیت میں عورت سے قربت کیلئے طہر کو شرط قرار دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جب وہ پاکیزگی حاصل کر لیں تب ان کے پاس آؤ جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ چونکہ قربت کے ممانعت کی اصلی علت خون ہے اس وجہ سے اسکے انقطاع کے بعد یہ پابندی تو اٹھ جاتی

ہے لیکن صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب عورت نہا دھو کر پاکیزگی حاصل کر لے تب اس سے ملاقات کرے، یہی جمہور کا مسلک ہے۔

ناخن بڑھانا اور پالش کرنا

ناخن بڑھانا اور اس پر سرخ پالش کرنا خلاف فطرت زینت ہے یہ تغییر خلق اللہ یعنی پیدائشی چیز میں تبدیلی ہے ایسا کرنے والوں کے بارے میں نبی کریم ؐ کا ارشاد ہے۔

لعن الله المغيرات خلق الله اللہ تعالیٰ اس عورتوں پر لعنت فرمائے جو اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بناؤ بگاڑ کرتی ہیں۔ (بخاری، مسلم)

نیز یہ کافرہ عورتوں کی مشابہت ہے جو سخت ممنوع ہے نبی کریم ؐ نے فرمایا من تشبه بقوم فهو منهم جو مسلمان کسی غیر قوم کی روش اختیار کرے گا وہ اسی قوم سے شمار ہوگا نیز شریعت نے یہ حد مقرر کی ہے کہ ناخن کاٹنے میں چالیس دن سے زیادہ دیر نہ کی جائے حضرت انس رضؓ سے مروی ہے وَقَّتَ لَنَا رَسُولُ اللّٰه

صلی اللہ علیہ وسلم فی قص الشارب لنا و تقلیم الاظفار ونتف الابط وحلق العانۃ ان لا نترك اکثر من اربعین لیلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھ تراشنے ناخن کاٹنے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف کے بال مونڈنے کے بارے میں وقت مقرر فرمایا ہے کہ چالیس دن سے زیادہ ان میں کوئی کام ہم نہ چھوڑیں۔ (مسلم، ابوداؤد)

ہتھیلی اور قدم کا ظاہر کرنا

عورت کیلئے ہر اجنبی سے مکمل پردہ ضروری ہے ان کے سامنے اپنا چہرہ، ہاتھ، پنڈلی، سینہ نہ کھولے رہا ہتھیلی اور قدم کا معاملہ تو کوئی چیز لینے دینے کے وقت ان کا ظاہر کرنا جائز ہے لیکن اگر فتنے کا خوف ہو تو ان کا چھپانا واجب ہے۔ (شیخ ابن جبرین)

کیا عورت اپنے سر کے بال آگے سے کاٹ سکتی ہے

عورت کا اپنے سر کے بال کاٹنا حنابلہ کے نزدیک مکروہ

ہے مگر اگر یہ کٹنگ مرد کے بال کے مشابہ ہو تو حرام ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے آپ کو مرد کے مشابہ بنائیں اسی طرح اگر یہ کٹنگ کافرہ عورتوں کے بالوں کی کٹنگ کے مشابہ ہو تو یہ بھی حرام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ اور اگر کافرہ عورتوں کے مشابہ نہ ہو تو حنابلہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

شادی کے موقع پر تصویریں کھنچوا کر یادگار کے طور پر رکھنا

کسی مسلمان مرد یا عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ ذی روح چیزوں کی تصویریں گھر میں رکھے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا لَا تَدَعْ صُوْرَۃً اِلَّا طَمَسْتَھَا وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ کہ کوئی تصویر دیکھنا تو مٹا دینا اور بلند قبر دیکھنا تو برابر کر دینا نیز نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ جب کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کی دیواروں پر تصویریں دیکھیں تو آپ نے پانی اور

کپڑا لگیا ہوا سے صاف کر دیا۔
رہیں درختوں، پہاڑوں، ندیوں، سمندروں کی تصویریں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (شیخ ابن باز)

عورت کا میگزین وغیرہ خریدنا

عورت مفید میگزین اور اخبارات وغیرہ خرید سکتی اور پڑھ سکتی ہے اگر اس میں تصویریں ہوں تو روشنائی سے مٹا دے یا صندوق اور الماری میں بند کر کے رکھ دے ورنہ اس کو جلا دے۔ (شیخ ابن عثیمین)

کسی کے حلق میں بیوی کا دودھ چلا جائے تو؟

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کسی کے حلق سے اگر بیوی کا دودھ فرو ہو جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وہاں موجود تھے انہوں نے ابو موسیٰ اشعری کو روک کر کہا کہ آپ یہ کیا فتویٰ دیتے ہیں مدت رضاعت

صرف دو سال ہے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے خوش ہو کر اعتراف فضل کے لہجے میں لوگوں سے کہا کہ جب تک یہ حِبرُ تم میں موجود ہے مجھ سے کچھ نہ پوچھیو۔

فیملی پلاننگ

قرآن میں ہے لَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ، یعنی اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشے سے قتل نہ کر ڈالو۔
فیملی پلاننگ کے جواز پر عزل والی روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ عزل کی صورت میں حمل قرار پانے کا احتمال رہتا ہے جبکہ برتھ کنٹرول کی صورت میں قطعی طور پر اعضاء تو الد کو مفلوج کر دیا جاتا ہے حضورؐ نے عزل کے بارے میں فرمایا اعزل عنها ان شئت فانه سیأتیها ما قدر لها (ابوداؤد، مسلم)
نیز عزل کثرت اولاد اور ان پر تنگئ رزق کے خطرے سے نہیں ہوتا جیسا کہ فیملی پلاننگ میں نیت ہوتی ہے۔

عزل

رفاعہ بن رافع سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میرے

پاس عمرؓ، علیؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور صحابہ کرام کی ایک
جماعت بیٹھی اور عزل کی بحث چھڑ گئی تو کہا کہ عزل میں کچھ
حرج نہیں تو آدمی نے سوال کیا کہ لوگ تو عزل کو موؤدۃ صغریٰ
(چھوٹا زندہ درگور کرنا) سمجھتے ہیں تو علیؓ نے کہا موؤدہ (زندہ درگور
کرنا) کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ سات
حالتوں سے نہ گذر جائے پہلی حالت **سلالۃ من طین** (مٹی کا
خلاصہ) ہے دوسری حالت **نطفہ** ہے تیسری حالت **علقہ** ہے
(خون کا لوتھڑا) چوتھی حالت **مضغہ** (گوشت کی بوٹی) ہے پانچویں
حالت **عظام** ہے (ہڈیاں) چھٹی حالت **لحم** (گوشت) ہے اور
ساتویں حالت **خلقاً آخر** (دوسری مخلوق بنا دینا) ہے۔
حضرت علی کے اس جواب پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، **صدقت
اطال اللہ بقاءک** (تم نے سچ کہا اللہ تمہاری عمر دراز کرے)

حمل گرنے کا حکم

کسی عورت کا حمل اگر ساقط ہو جائے تو سب سے پہلے یہ دیکھنا
ہوگا کہ حمل کس مرحلے میں تھا اگر وہ ابتدائی مرحلے میں تھا اور
انسانی شکل کی تخلیق نمایاں نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ نطفہ،

بستہ خون، یا لوتھڑے کی شکل میں تھا، سر، ہاتھ، پیر وغیرہ
ابھی نہیں بنے تھے تو اس کا حکم مستحاضہ کا حکم ہوگا، اس پر
نہ تو حیض کا حکم لگے گا نہ نفاس کا، اس حالت میں عورت روزہ
رکھے گی نماز پڑھے گی اور شوہر کیلئے اس سے مقاربت جائز
ہوگی اس سلسلے میں حمنہ بنت جحشؓ کی حدیث ثابت ہے ہاں
اگر حمل اس وقت ساقط ہوا جب انسانی شکل بن چکی تھی،
ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اسی دن کے بعد شکل بننے لگتی ہے اس
موضوع کے سلسلہ میں اسی دن ضابطہ بن سکتا ہے اس
مرحلے میں حمل کے سقوط کو وضع کامل تصور کیا جائے گا اور
اس کیلئے نفاس کا حکم ہوگا۔ (شیخ ابن جبرین)

کیا عورت ڈرائیونگ کر سکتی ہے؟

عورت کیلئے موٹر ڈرائیونگ بہت مفاسد کو جنم دینے کا سبب
بنتا ہے اور شریعت مطہرہ نے حرام چیزوں تک پہونچانے
والے ذرائع بھی حرام قرار دیا ہے اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی
بیویوں کو یہ حکم دیا ہے **وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج
الجاھلیۃ الاولی**۔ اور تم اپنے گھروں میں جمی رہو اور

زمانۂ جاہلیت کے موافق نہ پھرو۔ ڈرائیونگ کے دوران مردوں کے ساتھ اختلاط کا ہونا بھی لازمی ہے اور حدیث پاک میں ہے ما خلا رجل بامرأۃ الا کان الشیطان ثالثھما، کوئی آدمی کسی اجنبیہ عورت سے تنہائی میں ملے تو ان دونوں کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

حالت حیض میں طلاق کا حکم

حالت حیض میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو جمہور اہل علم کا مسلک ہے کہ طلاق پڑ جائے گی مگر یہ طلاق ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ لیکن ہمارے نزدیک راجح وہی ہے جو شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رح نے کہا ہے کہ حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی اس مسئلے میں ان کی دلیل حدیث عبداللہ بن عمرؓ ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا جبکہ وہ حیض سے تھیں نبی کریم ؐ کو معلوم ہوا تو آپ بہت برہم ہوئے اور فرمایا مرہ فلیراجعھا ثم یترکھا حتی تطھر ثم تحیض ثم تطھر ثم ان شاء امسک بعد وان شاء طلق۔

نیز جب اللہ نے کہہ دیا ہے کہ طہر میں طلاق دو اور جب حیض میں اس نے طلاق دیدی تو یہ طلاق اللہ کے حکم کے مطابق نہ ہوئی لہذا اسے مردود قرار دیا جائیگا۔

دو متحد الجسم لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ

ابواجود اعظمی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب آداب زواج میں لکھا ہے کہ بھاولپور میں دو توام لڑکیاں متحد الجسم پیدا ہوئیں جن کے کندھے کولھے کی ہڈی تک آپس میں جڑے ہوتے تھے وہ دونوں ایک ساتھ چلتی پھرتی ہیں بھوک وپیاس بھی ان کو ایک ہی وقت میں لگتی ہے پیشاب وپاخانے کے عارضے انہیں ایک ہی ساتھ لاحق ہوتے ہیں ایسے دو توام متحد الجسم لڑکیوں کے بارے میں مولانا مودودی نے یہ فتویٰ دیا کہ ان دونوں لڑکیوں کو ایک ہی مرد کی نکاح میں دیدیا جائے کیونکہ دونوں کو ہمیشہ نکاح سے محروم رکھنا صریح ظلم ہے۔

اس پر ابواجود حفظہ اللہ نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں دینے کی قرآن میں صریح ممانعت آئی ہے اور بحالت مجبوری تجرد کی زندگی گذارنا قابل حرج نہیں جسے مولانا مودودی ظلم صریح قرار دے رہے ہیں چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ جن لوگوں کو نکاح کا ضروری سامان میسر نہیں ہے وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے

سے ان کو غنی کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہٗ لہٗ وجاء۔ جس کو نکاح کی استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے روزہ اس کے لئے برائی سے بچاؤ ہے۔

کفو کا مسئلہ

ابراجود اعظمی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب آداب زواج میں لکھتے ہیں کہ رشتۂ زوجیت کیلئے صرف دینی کفو ضروری ہے خاندان مال جمال اور پیشے میں کفو کا کوئی اعتبار نہیں چنانچہ آنحضرت نے اپنی پھوپھی کی لڑکی زینبؓ کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ سے کر کے قوم کے لئے نمونہ پیش فرمایا ہے اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی بہن کو حضرت بلال حبشیؓ کے نکاح میں دے دیا تھا۔

زوج مفقود الخبر

گمشدہ شوہر کی بیوی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ بعض عورتوں کے شوہر لاپتہ ہو جاتے ہیں عورتوں کو خرچ نہیں ملتا قرض کا ملنا بھی دشوار رہتا ہے

ارتکاب زنا کا بھی خوف رہتا ہے شریعت ایسی عورتوں کے نکاح کے بارے میں کیا کہتی ہے۔

الجواب: اخرج عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ باسانید صحیحۃ عن عمرؓ منھا ما اخرج سعید بن منصور وعبدالرزاق من طریق الزھری عن سعید بن المسیب ان عمر وعثمان قضیا بذلک واخرج سعید بن منصور بسند صحیح وعن ابن عمر وابن عباس قالا تنتظر امراۃ المفقود اربع سنین۔ لاپتہ شوہر کی بیوی چار سال انتظار کرے۔

وثبت فی روایۃ عن عثمان وابن مسعود کلیھما ومن التابعین الکبار النخعی والزھری ومکحول وعطاء والشعبی کذا فی فتح الباری

وقال الحافظ العسقلانی فی تخریج الرافعی المشھور بالتلخیص ویروی عن عمر وعثمان وابن عباس "امراۃ المفقود تتربص اربع سنین وتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تنکح"

وقال ابن ابی شیبۃ حدثنا عبدالاعلی عن معمر عن الزھری عن سعید المسیب عن عمر الخطاب وعثمان بن عفان قالا فی امراۃ المفقود تتربص

اربع سنین وتعتد اربعة اشهر وعشرا (انتهى ما فی التلخیص مختصراً)۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ لاپتہ شوہر کی بیوی چار سال انتظار کرے گی اس کے بعد چار مہینہ دس دن عدت گذارے گی اس کے بعد اسے دوسرے آدمی سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

مطلقہ عورتوں کی عدت کے اقسام

(۱) جوان عورت جس کے ماہواری آتی ہے اس کی عدت تین حیض ہے۔

(۲) بوڑھی عورت جس کی ماہواری بند ہو چکی ہے اس کی عدت تین ماہ ہے۔

(۳) حاملہ مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا کی عدت وضع حمل ہے۔

(۴) منکوحہ عورت کو اگر دخول سے پہلے طلاق ہوئی تو عدت نہیں۔

(۵) منکوحہ عورت کا شوہر اگر دخول سے پہلے انتقال کر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

(۶) جس عورت کا شوہر مرگیا اگر وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی چار ماہ دس دن ہے

ایک اہم مسئلہ

کسی شخص کی بالغہ لڑکی اور اس کی بہو بحالت مرض یا بطور خدمت اس کا سر پیر دبا سکتی ہے؟

جواب: بیٹی اور بہو ان کے لئے وہ محرم ہے لہٰذا ایسا کرنا جائز ہے لیکن روزآنہ خدمت لینا فی زماننا اچھی بات نہیں۔

لڑکی اور لڑکے کے پیشاب کا حکم

۱۔ لڑکی اور لڑکے کا پیشاب نجس ہے گو وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔

۲۔ اگر بچے کھانا نہ کھاتے ہو تو لڑکے کے پیشاب پر چھینٹا مارنا کافی ہے البتہ لڑکی کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔

۳۔ جب بچے کھانا کھانے لگیں تو دونوں کا پیشاب دھونا ضروری ہے۔

فرق

۱۔ لڑکی کے مقابلے میں لوگ لڑکے کو زیادہ اٹھاتے

کھلاتے ہیں لہٰذا لڑکے کو زیادہ کھلانے سے کپڑے پر زیادہ پیشاب کرے گا جس کے کثرت سے دھونے میں حرج ہے۔

۲۔ لڑکے کا پیشاب ایک ہی جگہ نہیں گرتا بلکہ مختلف جگہوں پر گرتا ہے جس کے دھونے میں دشواری ہے اس کے برخلاف لڑکی کا پیشاب ایک جگہ گرتا ہے اس کو دھونا آسان ہے۔

۳۔ لڑکے کے مقابل لڑکی کا پیشاب زیادہ بدبودار ہوتا ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں لڑکے کے اندر حرارت غریزیہ کی زیادتی ہوتی ہے جس سے بدبو کم ہو جاتی ہے۔

۴۔ اس قبیل کے دوسرے اسلامی احکام تعبّدی اور اتباعی ہیں ان کے اسباب و حِکَم کی بحث میں الجھنا ٹھیک نہیں۔ (ابن قیم)

ماں کی نصیحت بیٹی کے نام

اسماء بنت خارجہ الفزاریہ نے شادی کے وقت اپنی بیٹی کو بڑی قیمتی نصیحت فرمائی انہوں نے اس میں نہایت ہی شفقت و محبت سے اپنی زندگی کے تجربات کا خلاصہ پیش کیا۔ بچی کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں:

تم اپنی جھونپڑی سے نکل کر ایسے بستر کی طرف رخصت ہو رہی ہو جو تمہارے لئے ابھی اجنبی ہے۔ لہٰذا تم اس کے لئے "زمین" بن جانا وہ تمہارے لئے آسمان ثابت ہوگا، تم اس کے لئے گہوارہ بن جانا وہ تمہارے لئے ستون بن جائے گا، تم اس کی لونڈی بن جانا وہ تمہارا غلام ہو جائے گا۔

کوئی بھی چیز سختی اور اصرار سے مت مانگنا کہ تمہیں وہ ناپسند کرنے لگے، دور بھی نہ رہنا کہ وہ تمہیں بھول جائے اگر وہ تمہاری طرف بڑھے تو تم اس کے قریب آجانا، اور اگر وہ دور رہے تو دور رہنا۔

اس کی ناک کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا تاکہ اس کی ناک تمہارے جسم کی خوشبو سے لطف اندوز ہو اس کا کان تمہاری اچھی باتوں سے مانوس رہے اور اس کی آنکھوں میں تمہارا حسن و جمال بس جائے۔

مصنف کی دوسری اہم تصنیفات

۱۔ تفسیر سورۃ الاخلاص۔

۲۔ تفسیر آیۃ الکرسی۔

۳۔ میت کی طرف سے قربانی شرعی یا غیر شرعی (عربی سے ترجمہ)

۴۔ الدرر التفسیرہ۔ (عربی)

۵۔ عورت اور اسلام۔

۶۔ دل۔

۷۔ آمنوا وعملوا الصالحات۔

۸۔ مختصر تاریخ اہلحدیث۔ (اردو۔ گجراتی)

۹۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

۱۰۔ کیا امام بخاری مقلد شافعی تھے؟ (گجراتی)

۱۱۔ پیارے نبی کی پانچ پیاری نصیحتیں۔

۱۲۔ تراویح آٹھ ہی رکعت سنت ہے۔

۱۳۔ نصیحت۔ (زیر طبع)

۱۴۔ مصلی کے آگے کتنی دور سے گذرنا جائز ہے۔ (زیر کتابت)

۱۵۔ شرح حدیث کرب۔ (زیر کتابت)

۱۶۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مسلک (مسودہ تیار)